A
Summary
of

THE FALL OF THE HUMAN RACE

by
Khwaja Kamal ud-Din
Mawlawi Muhammad Ali
Sultan Muhammad Khan Paul

(A Muslim-Christian Dialogue on Original Sin)

مصنفہ
پادری مولوی سلطان محمد صاحب افغان فاضل عربی ومشہور مناظر

۱۹۲۵ء
www.noor-ul-huda.com
(Urdu)
October 1, 2007

1884 to 1969
The Late Rev.Maulavi
Sultan Muhammad Khan Paul
Arabic Professor
Forman Christian College Lahore

دیباچہ

مسیحی دین اوراسلام کے درمیان اس قدرمشترکہ تھا یدوتعلیمات ہیں کہ اُنکی نظیرمذاہب عالم میں پائی نہیں جاتی یہی وجہ ہے کہ ہے ہزارہا مسلمان محض قرآن کی ہدائت سے متاثر ہوکر مسیحی دین کوقبول کرنے پر مجبور ہوچکے اورہورہے ہیں۔جب ایک صادق الاعتقاد مسلمان قرآن کو مسیح کی تعریف وتوصیف سے لبریز پاتاہے تووہ مسیح اورمسیحیت کا ہرگز مخالف ہونہیں سکتا یہ ایک حقیقت ہے ۔کہ قرآن نے بہتوں کومسیحی بنادیا ہے۔

پادری حاجی مولوی سلطان محمد صاحب افغان جوکہ کابل کے شہزادوں میں سے ہیں اورزبانی عربی کے فاضل اجل ، منطق ،فلسفہ وسائنس کے ماہر اورعلم حدیث وفقہ وتفسیر کے زبردست عالم ہیں اُنہی مسلمانوں میں سے ایک ہیں جوکہ قرآن کے تعلیم سے اثرپذیر ہوکر مسیحی بن جاتے ہیں۔ آپ متعدد کتب مناظرہ کے مصنف ہیں اوراہل اسلام وہنود کے زبردست علمائے عصر میں سے بہتوں کے ساتھ مباحثے کرچکے ہیں۔

اپریل ۱۹۲۴ء میں مسیحی انجمن بشارت لاہور کی طرف سے دعوت پاکرآپ نے لاہورمیں نجات پرلکچردیا اورحسب معمول احمدی علماء سے اسی مضمون پرفورمن کرسچن کالج ہال میں تبادلہ خیالات فرمایا احمدی علماء کا سارا زوراس بات پر تھاکہ جوخطا سہو یا نسیان سے واقع ہوجاتی ہے اُس کی کوئی سزا نہیں ہوتی۔ مگر پادری صاحب نے قرآن وحدیث سے متعرضین کوساکت کردیا۔

۶ اپریل ۱۹۲۴ء کو" دین حق" پر ہندو،محمدی اورمسیحی علماء نےتقاریر کیں اورلاہوری احمدی فرقہ کے مبلغ اکبر دمایہ نازفاضل کمال الدین صاحب نے اہل اسلام کی طرف سے اس موضوع پرلکچردیا اوربڑی تمدی کے ساتھ فرمایا کہ یہ بات بالکل غلط ہے کہ جو خطا سہو یا نسیان سے ہواُس کی سزا ہوتی ہے۔ پادری صاحب نے اس چلینج کی وجہ سے خواجہ صاحب سے تبادلہ خیالات کا مطالبہ کیا ۔ چنانچہ ۷ اپریل کواحمدیہ بلڈنگز لاہور میں قریباً چالیس مسلم ومسیحی سربرآوروہ اصحاب کے روبروآپ دونوں کی گفتگو ہوئی ۔ جس میں قرآن ہی سے پادری صاحب نے خواجہ

صاحب کو وہ عقیدہ منوادیا جوکہ مسیحیت کا اصل بالاصول ہے یعنی (۱) آدم نے گناہ کیا(۲)اوراس کی گناہ کی سزا اُسے ملی(۳) اورآدم کے گناہ کی سزا میں تمام نسل انسانی شامل ہے۔ جیسے کہ مسیحی علم الہٰیات میں انسان کا موروثی طورپر گنہگار ہونا کہ جاتا ہے۔یہ گفتگو نورافشاں لاہور(۵۔ ۲۴۔ ۳۰۔ ۲۳ میں شائع ہوئی۔

امیر جماعت احمدیہ لاہور جناب مولوی محمد علی صاحب ایم اے کواس گفتگو سے حددرجہ کا خدشہ پیداہوگیا۔ کیونکہ خواجہ کمال الدین صاحب کی شہرت وشخصیت کے مسلمان جب اس عقیدہ کی تردید کرکے خواجہ صاحب کی گفتگو کے اثرکو زائل کرنے کے لئے ایک طویل مضمون لکھا جس پر پادری صاحب موصوف نے نور افشاں ۵۔ ۱۹ ۔ ۱۲۔ ستمبراور۲ اکتوبر ۱۹۲۴ء) میں اس کی وہ زبردست اورلاجواب تردید کی کہ مولوی صاحب بالکل خاموش ہوگئے ۔احمدی جماعت میں کھلبلی مچ گئی اورمتعدد علماء کوجواب دینے کے لئے کہا گیا مگر نہ کوئی جواب تھا اورنہ ہی کسی سے بن پڑا۔

چونکہ یہ وہ مسئلہ ہے جواسلام اورمسیحیت کے درمیان حد فاضل ہے۔ اس لئے اگرخواجہ کمال الدین صاحب کی طرح تمام مسلمان اس عقیدہ کوتسلی کرلیں کہ انسان موروثی طورپر گنہگار ہے تویقین کرلینا چاہیے کہ وہ مسیحی ہوچکے میرے دل میں مذہب کی غیرت وحمیت کا مادہ کوٹ کر بھرا گیا ہے۔ لہذا میں نے مناسب سمجھاکہ (۱) خواجہ صاحب اورپادری صاحب کے مکالمہ (۲) امیر جماعت احمدیہ لاہور کے اعتراضات اور(۳) پادری صاحب کے جواب کو کتابی صورت میں شائع کردوں۔ تاکہ ہزارہا بندگان خدا کو جو قرآن پر ایمان رکھتے ہیں ۔ الہٰی نوروہدایت کے حصول اورمسیحی دین کی صداقتوں کی تحقیق کرنے کا موقع ہاتھ آئے پادری صاحب نے اس مسئلہ پر زبردست بحث کی ہے کہ تعصب سے خالی اورقرآن پر سچا ایمان رکھنے والے مسلمان آ سے اتفاق رائے کئے بغیرنہیں رہ سکتے ۔ موجودہ مسلمانوں کے پاس پادری صاحب کے دعویٰ اورخواجہ صاحب کے اقرارکا کوئی جواب نہیں ہے۔

اس بحث کے دوہی نتیجے ہونگے اورتیسرا کوئی ہو نہیں سکتا کہ یا تومسلمان اس رسالہ کو پڑھ کر مسیحی ہوجائینگے۔ یا قرآن پراُن کا ایمان نہ رہیگا۔ کیونکہ قرآن وحدیث وہی باتیں منواتے ہیں جوکہ مسیحیت کا اصل الاصول ہیں۔ پس امید ہے کہ مسیحی دوست اس کی اشاعت میں حددرجہ کی کوشش اورمسلم حضرات تعصب وہٹ دھرمی سے خالی الذہن ہوکر اس کا مطالعہ کرینگے۔ یہ وہ تصنیف ہے جومسلمانانِ عالم کومسیحی بنادینے کا حکم رکھتی ہے۔ مہربانی سے مطالعہ کرنے والے احباب اپنی اپنی رائوں سے ضروراطلاع بخشیں۔

مکالمہ

مابین

پادری سلطان محمد خان صاحب افغان

اور

خواجہ کمال الدین صاحب بی اے مسلم مشنری

۱۷اپریل ۱۹۲۴ء

پادری صاحب سائل

خواجہ صاحب کل آپ نے فرمایا تھاکہ جوخطا سہواً واقع ہو۔ اُس کی کوئی سزا نہیں ۔ آدم نے ایک خطا کی وہ خطا سہواً واقع ہوئی یا قصداً اوراُس کی سزامرتب ہوئی یا نہ ۔ لیکن جب اُ س نے ایک فعل خلافِ امر ربی کیا توگناہ ہوچکا۔ کیا آپ مانتے ہیں کہ آدم سے گناہ ہوا!

خواجہ صاحب مجیب

جوفعل سہواً واقع ہو وہ غفران تلے آجاتا ہے جب کوئی نقص اپنے نتائج پیدا کرتا ہے ۔ تواس کے نقص ظاہر کردئیے جاتے ہیں ۔ آدم جس جنت میں تھا۔ میں اُسے کوئی مکان یاجگہ نہیں مانتا۔ وہ صرف ایک حالت تھی۔ قویٰ کا اعلیٰ

درجه کاکمال ہی جنت تھا۔ قرآن میں جہاں سزا کا ذکر ہے۔ وہاں لفظ " اخذ" آیا ہے۔ آدم نے بھول سے ایک کام کیا۔ اورخدا نے فوراً اُس کی نسبت اسے اطلاع کردی۔ اورنقص ظاہر ہوگیا اورآدم سنبھل گیا۔

پادری صاحب

شرع کے خلاف جوفعل ہو وہ گناہ ہے۔ اب وہ سہواً وقوع میں آیا یا قصداً ۔ اب انسان اُس کے نتائج کو اندرونی قویٰ سے رد کی یا وہ سبب خارجی سے روکا جائے بہر صورت فعل خلافِ قانون واقع ہوچکا۔آدم نے ایک فعل خلافِ قانون کیا اگر بالفرض خدا کے یاددلانے سے آدم نے نتائج کوروک بھی لیا تووہ بھی گناہ کرچکا۔

خواجه صاحب

جب ایک فعل خلافِ قانون واقع ہو تویا وہ نسیه کا اوریا اراده کا نتیجه ہے۔ اگرنسیه کا نتیجه ہو تو غفران کے تلے آجائیگا۔ اورنتیجه کوروک دینا ہی غفران ہے۔ اگر فعل خلافِ قانون بالاارادہ ہوا۔ تواُس کا لازمی نتیجه سزا ہے ۔ جنت اور دوزخ کوئی مکان نہیں ہے۔ قویٰ کے درست چلنے کا نتیجه جنت ہے اوراُس کے خلاف دوزخ ہے۔ آدم نے نسیه سے خطا کی۔ لہذااُسکا نتیجه روک دیا گیا۔

پادری صاحب

آپ نے قویٰ کا ذکر کیا ہے۔ توجب قویٰ درست راہ پر نہیں چلتے تووہ ایک نتیجه پیدا کرتے ہیں۔ اوریہی سزا ہے ۔ پس آپ نے سزا کو مان لیا۔

خواجه صاحب

بات یه ہے که ایک آدمی ایسی خوراک کھاتا ہے۔ که اس سے جسم کو نقصان پہنچے۔ مگر بسا اوقات جسم کی اندرونی قوتیں ہی اُس کے اثر کوروک دیتی ہیں۔ اورنتیجه ظاہر نہیں ہوتا۔اسی طرح خدا کے اطلاع دینے سے آدم سنبھل گیا ۔ پس سزا نه ہوئی۔ غلطی سے واقع شدہ خطا کا دفعیه خود بخود ہوجاتا ہے۔ خدا کا عدل کسی قانون کے ماتحت نہیں جب وہ دیکھتا ہے ۔ که سہواً گناہ ہوگیا۔ تووہ معاف کردیتا ہے۔ سزا ی ذمه واری نعقل پر ہے۔ ایک قانون سے ناواقف یابچه نے گناہ کیا۔ توخدا اُسے سزا نہیں دیتا۔ بچه قانون نہیں سمجھ سکتا۔ ایک شخص بھول گیا یا کسی نے قانون کوغلط سمجھا۔ توخدا

مثل انسانی حاکم کے قانون کا مجبور نہیں ہے۔ کسی فعل کی سزا تب نتیجہ پیدا کرتی ہے جب کہ کوئی قوتِ مخالف موجود نہ ہو۔ پس جب خدا نے بخش دیا۔ توآدم کوسزا نہ ہوئی۔

پادری صاحب

آدم نے قانون کے خلاف فعل کیا۔ آپ کہتے ہیں کہ اس کا کیاکیا۔ مگریادرہے کہ کسی شے کا ازالہ اُسکے وجود کے بعد ہوا کرتا ہے مرض کا ازالہ تب ہوتا ہے۔ کہ مرض پیدا ہوچکا ہو۔ جب یہ کہیں کہ خدا نے آدم کے گناہ کوبخش دیا۔ تو اُس کا یہ مطلب ہے کہ آدم نے گناہ کیا۔

خواجہ صاحب

مگر بعض اوقات ایک فعل واقع ہوجاتا ہے۔ مگراُس کے نتائج ظہور میں نہیں آتے۔ یا اندرونی طورپر اُس کا ازالہ ہوجاتا ہے۔ ضرورنہیں کہ نتائج ظہورپذیرہو۔

پادری صاحب

بہت اچھا اسے ہم بھی مانتے ہیں۔ مگراس سے ایک بات ثابت ہوگئی کہ آدم سے گناہ ہوا۔ یہ پہلا مرحلہ طے ہوگیا۔

دوسرا مرحلہ

پادری صاحب

آدم سے گناہ کے سرزد ہونیکے توآپ نےتسلیم کرلیا۔ اب امر زیربحث یہ رہاکہ آدم کوسزا ہوئی یا نہ ۔ پس معلوم ہوکہ قرآن میں لکھا ہے ۔ فَأَزَلَّهُمَا الشَّيْطَانُ عَنْهَا یعنی شیطان نے آدم وحوا کوتنزل کردیا(سورہ بقرہ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بھول نہ تھی بلکہ خارجی اسباب سے ایسا ہوا۔ شیطان نے ورغلایا اورخدا کے خلاف بہکایا۔ کیونکہ مطابق آیت وَلَمْ نَجِدْ لَهُ عَزْمًا (سورہ طہ آیت ۱۱۵) آدم مسقتبل الارادہ نہ تھا۔ پس وہ بہکانے میں آگیا۔ اب ہم اس بہکاوٹ میں آجانے کوبھول نہیں سکتے ۔ شیطان آدم پرغالب آیا اورآدم نے مستقل الارادہ نہ ہونے سے گناہ کیا۔ اورجنت سے نکال دیا گیا۔ اورقرآن آدم کے اس فعل کی سزا میں اُسے بیان کرتا ہے ۔ یہی ہمارا عقیدہ ہے کہ آدم نے گناہ کیا اورسزا پائی ۔

خواجہ صاحب

کیا یہ ضرور ہے کہ جو فعل سرزد ہو وہ نسیہ نہ ہوگا؟

پادری صاحب

نسیان کے معنی ہیں۔ کسی شے کی صورت کا ذہن سے محو ہوجانا ۔ مگرآدم کے معاملہ میں یہ جال نہیں ۔ مثلاً آپ نے مجھے چائے کا پیالہ دیناچاہا۔ اورمیں نے انکار کیا۔ ترغیب وتحریص یا رعب وادب یااورکسی طرح سے آخر مجھے انکار کوترک کرنا پڑیگا تواُسے مجبوری کہینگے۔ نہ کہ نسیان۔

خواجہ صاحب

مگرترغیبات سے بھی نسیہ پیدا ہوجاتا ہے کیونکہ آدم کوایک امر کی اطلاع دی گئی۔ جوترغیبات کی موجودگی میں بالکل دماغ سے محو ہوگئی ۔ پس شیطان نے آدم کو نسیہ کرادیا۔

پادری صاحب

نہ نسیہ بلکہ گمراہی ۔

خواجہ صاحب

مگرگمراہی تویہ ہے کہ میں غلط راہ پر چلوں مگرآدم کے معاملہ میں یہ ہوسکتا ہے ۔ کہ حالاتِ گردوپیش سے وہ بھول گیا۔

پادری صاحب

نسیہ بھول جانا جاتا ہے۔ مگر گمراہی خارجی اسباب کی مجبوری سے ہوا کرتی ہے۔

خواجہ صاحب

گمراہی تین قسم کی ہوتی ہے (۱) خاجری تاثرات تلے بھول جانا (۲) صحیح راہ سے ہٹ جانا اور(۳) ارادہ سے خطا کرنا۔ مگر ذمہ واریاں ہرسہ کی جداجدا ہیں جیسی کہ گمراہی کی تین مختلف صورتیں ہیں۔ ویسی ہی ذمہ واری ہرایک کی مختلف ہوگی۔

پادری صاحب

مگر شیطان وآدم کے درمیان توخاص مکالمہ اسی درختِ ممنوعہ ہی کی بابت تھا۔ اسی لئے قرآن میں آیا ہے۔ وَعَصَى آدَمُ رَبَّهُ فَغَوَى (سورہ طہ آیت ۱۱۹)۔ یعنی آدم نے رب کی نہ نافرمانی کی غویٰ نسیہ کے لئے نہ آسکتا۔

(خواجہ صاحب نے اس موقع پر مولوی محمد علی تفسیر قرآن کومنگایا۔ اورکئی منٹ تک اُس کا مطالعہ کرنے کے بعد فرمایا)۔

خواجه صاحب

مگرمجھے یہاں شیطان کی کوئی بحث آدم سے نہیں ملتی۔

پادری صاحب

وَلَقَدْ عَهِدْنَا إِلَى آدَمَ مِن قَبْلُ فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهُ عَزْمًا وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ أَبَى فَقُلْنَا يَا آدَمُ إِنَّ هَذَا عَدُوٌّ لَّكَ وَلِزَوْجِكَ فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقَى إِنَّ لَكَ أَلَّا تَجُوعَ فِيهَا وَلَا تَعْرَى وَأَنَّكَ لَا تَظْمَأُ فِيهَا وَلَا تَضْحَى فَوَسْوَسَ إِلَيْهِ الشَّيْطَانُ قَالَ يَا آدَمُ هَلْ أَدُلُّكَ عَلَى شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَمُلْكٍ لَّا يَبْلَى ہم نے آدم سے اس سے پہلے ایك عہد کیا تھا سووہ بھول گیااورہم نے اُس میں استقلال نہ پایا۔۔۔پھر ہم نے آدم سے کہا ابلیس تیرا اورتیری زوجہ کادشمن ہے۔ سو کہیں دونوں کوجنت سے نہ نکلوادے ۔پھر توتکلیف میں پڑے۔۔۔ پھر شیطان نے آدم کے دل میں ڈالا۔ بولا اے آدم کیا میں تجھے سدا جینے کا درخت اوروہ سلطنت جو کہن نہ بتاؤں ؟(سورہ طہ آیت ۱۱۴سے ۱۱۹)۔ اس کے مطابق آدم کو بتایا گیا تھاکہ شیطان تمہارا دشمن ہے۔پھر شیطان نے اُن کوورغلایا۔

خواجه صاحب

مگریہ کس طرح معلوم ہواکہ جب شیطان نے اُس سے سدا جینے کے درخت کا ذکرکیا تواُسے خدا کی بات یادتھی؟

پادری صاحب

آدم کے سامنے جب خاص وہی مسئلہ زیربحث آیا جس سے خدا نے منع کیا تھا۔ توضرورہے کہ اُسے خدا کا حکم یادآگیا۔ اگرباوجود مکالمہ کے بھی بھول گیا۔ توغویٰ کہنا ہرگز مناسب نہ تھا۔ یعنی کہ اُس نے خداکی نافرمانی کی۔

خواجه صاحب

غویٰ کے معنی کیا ہیں؟

پادری صاحب

غویٰ باغی ہوتا ہے۔

خواجه صاحب

چونکہ پہلے لکھا ہے کہ آدم بھول گیا تھا۔ پس جب شیطان نے اُس کو ورغلایا توضروری نہیں کہ اُس وقت آدم کوخدا کا حکم یادآگیا۔ نہ شیطان نے خدا کا حکم ہی یاددلایا تھا۔ پس وہ بھولا ہوا تھا جبکہ شیطان نے اُسے ورغلایا ، مدت

گذرگئی تھی اورآدم کو خدا کا حکم بھول چکا تھا۔ایک بچہ آن واحد میں بھول جاتا ہے ۔ امکان نسیہ کا ہوسکتا ہے۔

پادری صاحب

شیطان خدا کے بالمقابل پیش کرتا ہے کہ اے آدم کیا میں تجھے سدا جینے کا درخت اوروہ سلطنت جو کہنہ نہ ہوبتاؤں ؟ خدا نے جس درخت کی نسبت پہلے نزدیک نہ جانے کا حکم دیا تھا۔ اب اُسی کا ذکر شیطان کرتا ہے۔ توکیوں اُسے یادنہ آیا تھا؟ خدا نے کہا تھا۔ ولا تقربا ھذہ الشجرہ ۔ شیطان بھی شجرہ الخلد کا ہی ذکرتا ہے شیطان نے اچانک آدم پر حملہ نہیں کیا۔ بلکہ اُس سے محبت کرتا ہوا کہتا ہے کہ میں تجھے شجرہ الخلد بتاؤں ؟ یہاں ال معہود ذہنی ہے ۔ پس لازماً شیطان کے مکالمہ نے امر الہٰی کی یاد کو تازہ کردیا۔ خدا نے کہا تھا کہ اس درخت کے قریب نہ جانا۔ ورنہ ظالموں میں سے ہوجاؤ گے۔ اوراب شیطان کہتا ہے کہ یہ درخت سدا کی زندگی ہے۔ اب دونوں نے اس میں سے حریص ہوکرکھایا۔ یہ آدم کی بھول نہیں ہے۔ اسی لئے نافرمانی کا لفظ آیا ہے۔ اوراس لئے سزا بھی مرتب ہوگئی ۔لکھا ہے کہ فَأَكَلَا مِنْهَا فَبَدَتْ لَهُمَا سَوْآتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفَانِ عَلَيْهِمَا مِن وَرَقِ الْجَنَّةِ پھر ان دونوں نے اس میں سے کھایا۔ اوراُنکی عریانی اُن پر ظاہر ہوگئی۔ اوردونوں اپنے اوپر باغ کے پتے ٹانگنے لگے" (سورہ طہ آیت ۱۲۱) اگرخطا سہواً واقع ہوئی توسزا کیوں دی گئی ؟

خواجہ صاحب

مگریہ کیسے ثابت ہوا کہ باغ میں ایک ہی ایسا درخت تھا ؟ لفظ جنت کے معنی ہیں کئی باغ پھر درخت بھی متعدد ہونگے۔ ہوسکتا ہے کہ شیطان نے کسی اور درخت کا ذکر کیا ہو۔ جس سے خدا نے منع نہ کیا تھا۔

پادری صاحب

ال معہود ذہنی ہے۔ اورہذا شجرہ اور(۱) شجرہ الخلد دونوں میں ال تعریفی آیا ہے۔ یعنی وہی درخت جس سے خدا نے منع کیا تھا۔(۲) مزید براں شجرہ کے جوآخر میں (ہ) ہے۔ وہ وحدت کی علامت ہے۔ یعنی ایک ہی درخت تھا(۳) پھر لفظ خلد بھی اسی دعویٰ کی تائید میں ہے ، درخت کی تخصیص ظاہر وثابت ہے۔ اور(۴) سب سے بڑھ کر یہ کہ سزا کا مرتب ہوجانا بھی ثابت کرتا ہے۔ کہ اس ایک ہی

درخت کا ذکر تھا آپ نے فرمایا تھا کہ جوفعلِ نسیہ سے ہو۔ اُس پر سزا نہیں ہوتی۔

خواجہ صاحب

کیا ال سے کوئی معہود ذہنی ہے؟

پادری صاحب

توکیا ایسے بہت سے درخت تھے یا ایک ہی تھا؟

خواجہ صاحب

ایک آدمی نے زہر کھالیا جس کا نتیجہ ہلاکت تھا۔ مگر فی الفور علاج کیا گیا۔ اورنتیجہ ظاہر نہ ہوا۔ اسی طرح آدم نے گناہ کیا۔ مگرچونکہ بھول سے تھا خدا نے معاف کردیا۔ مرض کے ظہوراوردفعیہ مرض کے درمیانی عرصہ کو سزا نہیں کہہ سکتے ۔کیونکہ سزا کا اشارہ مکمل سزا نہیں ہوتی۔ عذاب کا ٹالا جانا بزرگ ثواب ہے ۔ اورعذاب کا نہ ہونا غفران ہے۔ غفران میں غلطی کا احساس ضرورہوتا ہے ۔ مگر آدم کی سزا مکمل سزا نہ تھی وہ محض مبادیاتِ سزا ہی تھے۔

پادری صاحب

فاخر جھما صما کان فیه یعنی ان دونوں کووہاں سے کہ جس میں وہ تھے۔ نکال دیا اب جنت کوئی مکان ہویا قویٰ فطری کا کمال بہر حال اس حالت سے آدم کو نکال دیا گیا۔ اوراس حالت سےنکل جانا ہی سزا ہے۔ سزا تین قسم کی تھی۔ اول وہ وہاں سے خارج کئے گئے۔ دوم اُن کی عریانی ظاہر ہوگئی۔ سوم اُن کا دنیا میں ایک دوسرے سے عداوت کرنا۔

خواجہ صاحب

وہ قویٰ جوصحیح حالت میں تھے۔ وہ اپنے حال پر نہ رہے۔ مگر یہ بہت ہی قلیل عرصہ کیلئے ہوا۔ مثلاً میں بیٹھاں ہوں اورعمدگی سے دیکھ رہا ہوں۔ ایک دم آندھی آتی ہے۔ اورمیری آنکھوں میں پڑکر تھوڑی دیر کیلئے اُن کو بند کردیتی ہے مگر جوُنہی کہ آندھی دورہوگئی میری آنکھیں پھرکھل گئیں۔ بعینہ نہایت سے نہایت قلیل عرصہ کے لئے آدم کی صحیح حالت نہ رہی۔ کیونکہ آدم بہت مجموعی ناقابل خطا نہ تھا۔

پادری صاحب

بس آپ نے مان لیاکہ آدم اُس حالت پر نہ رہا جس میں پیدا کیا گیا تھا۔ پس سزا بھی ہوچکی۔

اب تیسرا مرحلہ

یہ ہے کہ آدم وحوا کے بیان میں شنیہ کا صیغہ چلا آتا ہے۔ مثلاً تواورتیری عورت جنت میں رہ اورتم دونوں اس درخت پاس نہ جانا کہ تم دونو ظالم نہ ہوجانا۔ پھر شیطان نے ان دونوں کو ورغلایا۔ ان دونوں کووہاں سے نکال دیا۔ باربار دوکاذکر چلا آتا ہے مگرجب سزا ملتی ہے۔ توخدا کہتا ہے قُلْنَا اهْبِطُواْ مِنْهَا جَمِيعاً (سورہ بقرہ آیت ۳۸) تم سب یہاں سے نیچے اترو، قصورکرتے ہیں۔ دو شخص تواس کے کیا معنی کہ سزا ملتی ہے۔ سب کو؟ آدم وحوا کی سزا مجموعہ پر منتقل ہوتی ہے۔ سب سے مراد کون ہیں؟

خواجہ صاحب

آدم اورسب + آدم میں ہماری مثل گناہ کی تمام استعدادیں موجود تھیں۔

پادری صاحب

جب آدم کی اورہماری فطرت ایک ہے تو صیغہ ثنیہ کوچھوڑکر جمع کیوں استعمال کیا۔

خواجہ صاحب

یہ واقع نہیں ۔ قرآنی قصص محض ہدایات کے طورپر ہیں نہ کہ وہ وقوعات حقہ ہیں۔ان سے صرف یہ مقصود ہے کہ اگرایسا کروگے۔ تویہ سزا ملیگی ۔جمع کا صیغہ اس لئے آیاکہ آدم میں گناہ کی استعدادیں تھیں اورہم میں وہ واقعات کے طورپر ظہورمیں آتی ہیں۔

پادری صاحب

مگرآدم وحوا کے بیان میں ثنیہ کا صیغہ آتے آتے ایک دم جمع کا صیغہ کیوں آیا؟

خواجہ صاحب

اس سے مرادآدم کی ذریت یعنی نسل آئندہ ہے۔

پادری صاحب

آپ کا یہ کہنا کہ قصص قرآن میں نہیں ہیں مگر میں کہتاہوں کہ اگر قرآن سے قصص کونکالدیں تورہ ہی کیا جائیگا؟

چونکہ یہ قصص کتب غیر قرآن میں آچکے ہیں پس ان کو نکال کر جوحصہ قرآن کا باقی رہ جائے میں اس کو" ہمارا قرآن" کہونگا اوربار بار میرے دل میں ایسا کرنے کا ارادہ آیا ہے۔

اس پر گفتگو ختم ہوئی اورادھر اُدھر کی باتیں ہوکر رخصت ہوئے ۔ خواجہ صاحب نے اس میں مندرجہ ذیل امورتسلیم کئے ہیں۔

۱۔ آدم سے ایک فعل خلافِ قانون سرزد ہوگیا۔

۲۔ غفران میں غلطی کا احساس واستخصار ہوتا ہے۔

۳۔ آدم کی نافرمانی کی سزا اُسے مل گئی کہ وہ اصلی حالت پر نہ رہا۔

۴۔ آدم وحوا کوجونافرمانی کی سزا ملی۔ اُس میں اُنکی ذریت بھی شامل ہے۔

پس خواجہ صاحب نے آدم اول کے گناہوں میں گرنے اوراُسکی وجہ سے اولا دآدم پر سزا کا حکم ہونے کوتسلیم کرکے مسیحی صداقت کی بین واظہر الشمس فتح کا اظہارکیا۔ خدا کرے کہ اُنکی آنکھیں کھل جائیں اورموروثی گناہ کے لئے جوکفارہ خدا نے ازل سے مقررکیا ہے۔ اُس پر ایمان لے آئیں۔ اب اس سے بڑھ کر اورکونسا نشانِ الہٰی چاہیے ۔ اب بتائیں کہ نشاں کودیکھ کر انکارکب تک پیش جائیگا(نورافشاں ۵: ۲۵۔ ۳۰۔ ۲۳)۔

نسل انسانی کا ہبوط

کیا انسان گنہگار پیدا ہوتا ہے یا بے گناہ

اسلام اور دیگر مذاہب

(ازقلم حضرت امیر مولانا مولوی محمد علی صاحب ایم اے)

فِطْرَةَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللَّهِ ذَلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ

ترجمہ: اللہ کی بنائی ہوئی فطرت پر قائم رہو جس پر اُس نے لوگوں کو اصل حالت میں پیدا کیا ہے۔ اللہ کی پیدا کی ہوئی حالت کو کوئی بدل نہیں سکتا یہ مضبوط دین ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے"۔(سورہ الروم آیت ۳۰)

اسلام کے عظیم الشان پیغاموں میں سے ایک پیغام انسان کی پیدائشی معصومیت کوقائم کرنا تھا۔ مگرجب وہ پیغام سنایا جوآیت مندرجہ عنوان میں صفائی سے موجود ہے۔ کہ خدا نے تمام انسان کوایک صحیح حالت پر پیدا کیا ہے۔ اوراس پر مضبوطی سے قائم رہنا چاہیے تواسکے آخر پر یہ لفظ بھی بڑھائے ۔ کہ اکثر لوگ اس اصول کو نہیں جانتے جس قدرعظیم الشان حقیقت کا اظہار پہلے حصہ آیت میں کیا ہے۔ جس کی تفسیر میں حضرت نبی کریم نے فرمایا کہ فطرت اسلام ہے۔ پھرفرمایا کہ ہرایک انسان کا بچہ اسی فطرت کی حالت پر یعنی اسلام پر پیدا ہوتا ہے۔ اُس کے ماں باپ اُسے یہودی یا عیسائی یا مجوسی بناتے ہیں اسی قدر بڑی حقیقت کا اظہارآخری الفاظ میں فرمایاکہ دنیا کے اکثرلوگ اس بات سے بے خبر ہیں یعنی وہ انسان کی پیدائشی معصومیت کونہیں جانتے۔

اصول مذاہب عالم پرآج ہم غورکرتے ہیں توالفاظِ قرآنی کی عظمت کے سامنے سر جھک جاتا ہے۔ عرب کے اُمی کو کون بتاسکتا تھا کہ دنیا کے بڑے بڑے مذاہب اس بارہ میں غلطی پر ہیں۔ ہاں یہ اُس خدا کے لفظ تھے۔ جوظاہر وغائب کوجانتا ہے۔ اسلام کوچھوڑکر تناسخ اورکفارہ کوماننے والے مذاہب عالم میں اکثریت کا حکم رکھتے ہیں۔ اوریہ دونوں مانتے ہیں کہ انسان گنہگار پیدا ہوتا ہے۔ بدھ مذہب اورہندومذہب کے نزدیک پیدا ہونا ہی گنہگاری کی وجہ سے ہے۔ عیسائی مذہب نے آدم کو گنہگار ٹھہرا کر اس گناہ کوبطورورثہ ساری انسانی نسل میں داخل کردیا۔اوریوں تینوں

مذہب جودنیا کی دوتہائی آبادی کے مذہب میں انسان کو پیدائش سے گنہگار ٹھہراتے ہیں۔ اسکے خلاف اسلام کا پیغام یہ ہے کہ ہرانسان کا بچہ صحیح اسلامی حالت پر جوبے گناہی کی حالت ہے پیدا ہوتاہے۔ ولکن اکثر الناس لایعلمون عیسائیت نے اس اصول کوکہ انسان کا ہربچہ گنہگار وراثِ جہنم پیدا ہوتاہے اپنے اصول میں داخل کرلیا۔ حضرت عیسیٰ کوابن اللہ ٹھہرایا۔ اُس کی صلیب کی موت اورملعون ہونے کو اساس دین ٹھہرایا۔ تاکہ وہ اس فرضی پیدائشی گناہ کا کفارہ ہوجائے۔ ہاں اوردوسرے گناہوں کا بھی جواب اس کا نتیجہ ہیں۔ اوراپنے عقائد کی کتابوں کوایسے الفاظ سے مزین کیا ہے کہ ہم پیدائش سے غضب کے فرزند شیطان کے غلام اورہرقسم کے دینوی واخروی عذاب کے مستحق ہیں۔ ایسے الفاظ پرایک انسان کانپ اٹھتاہے۔ کہ وہ خدا جو رحم اورمحبت ہے۔ وہ انسان کوپیدائشی ہی میں شیطان کا غلام اورعذاب کا مستحق اورغضب کا فرزند ٹھہراتاہے۔ کہاں قرآن کی پاک تعلیم کہ سب انسانوں کو رحم کے لئے پیدا کیا۔ اورکہاں عیسائیت کا یہ خطرناک گھنونا عقیدہ کہ سب انسانوں کو غضب کے لئے پیدا کیا۔ کہاں انسان کا وہ مرتبہ جوقرآن نے بتایا کہ فرشتے بھی اس کے فرمانبردار ہیں۔ اورکہاں یہ خطرناک ذلیل حالت کہ وہ شیطان کا غلام ہے۔

کیا اسلام کے مقابلہ میں عیسائیت کبھی غالب آسکتی ہے ؟ انسان کی فطرتِ موجودہ کے ہوتے ہوئے کبھی نہیں۔ ہاں انسان کی فطرت مسخ ہوجائے توشائد اُس کا دل اوردماغ کبھی اس خیال کوبھی قبول کرلے کہ جوانسان کا بچہ پیدا ہوتاہے ۔ وہ خدا کے غضب کے نیچے پیدا ہوتاہے۔اورشیطان کا غلام بن کر پیداہوتاہے۔ اورجوبچہ بغیر بپتسمہ پانے کے مرتاہے وہ سیدھا جہنم میں جاتاہے۔ مگرقرآن ہمیں تسلی دیتاہے کہ یہ فطرت کبھی مسخ نہیں ہوسکیت۔ لا تبدیل الخلق اللہ اس لئے ظاہر ہے کہ اس مقابلہ میں جواس وقت مذہب کے لئے دنیا میں ہورہاہے۔ آخری کامیابی اس اصول کے لئے ہوسکتی ہے۔ جسے فطرت قبول کرسکتی ہے۔ جسے عقل انسانی دھکا نہیں دیتی کہ انسان ازروئے پیدائش معصوم ہے۔

جب عیسائی صاحبان سے سوال کیا جاتا ہے کہ انسان کوورثہ میں گناہ ملنے کی تعلیم اُس کی فطرت کے گنہگار ہونے کی تعلیم کس کتاب میں ہے؟ کس نبی نے دی ہے؟ توہمیں کوئی حوالہ نہ تورات کا یا پرانے عہدنامہ کا دیا جاتا ہے۔ نہ انجیل کا ۔ ہاں پولوس کے خطوط کا ایک حوالہ دیا جاتا ہے ۔ حالانکہ بات توصاف ہے۔کہ اگرآدم کا گناہ نسل انسانی میں سرایت کرگیا تھا۔ اورسب انسان گنہگار پیدا ہوئے تھے۔ توجہاں بائبل میں آدم کا ذکر ہے۔ یعنی کتاب پیدائش کے شروع میں۔ وہیں یہ ذکر ہونا چاہیے تھا کہ آدم گنہگار ہوا اوراُس کے ساتھ ہی ہر انسان کا بچہ پیدا ہوتا ہے۔ وہ بھی گنہگار ہوگا۔ اگروہاں چُوک ہوگئی تھی توحضرت موسیٰ بنی اسرائیل کے عظیم الشان شارع اس اصول کو زندہ کرتے اور بتادیتے کہ ہرایک انسان کا بچہ گنہگارپیدا ہوتا ہے۔ اورکفارہ پر ایمان لانے سے پہلے مرجائے توسیدھا جہنم میں جاتا ہے۔ مگروہاں بھی اس تعلیم کا نام ونشان تک نہیں بلاآخر ہماری نظریں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف اٹھتی ہیں کہ اگراُن کے زمانہ تک یہ اصول بائبل قائم نہ کرسکتی تھی تواب جو "ابن اللہ " خود اسی موروثی گناہ کا علاج کرنے کے لئے آئے تھے توانُہوں نے ضروراس بات کوصاف کیا ہوگا لیکن چاروں انجیلوں میں حضرت مسیح کی زبان سے ایک حرف تک نہیں نکلتا کہ موروثی گناہ بھی دنیا میں کوئی بلا ہے۔اورآدم کے گناہ سے ساری نسل انسانی گنہگارہوچکی۔

عقلی رنگ میں دیکھا جائے تویہ بات ایسی بیہودہ نظر آتی ہے۔ کہ ایک لمحہ کے لئے کسی صحیح عقل انسانی میں نہیں آسکتی۔ کیاآدم بے گناہ پیدا ہوا تھا یا گنہگار؟ اگربے گناہ پیدا ہوا تھا توجو قانون اُس پر حاوی ہے۔ وہی اُسکی نسل پر حاوی ہونا چاہیے۔ یعنی ہرایک ابن آدم بھی آدم کی طرح بے گناہ پیدا ہوا۔ بعد میں شیطان کے بہکانے سے وہ گناہ کرے یا نہ کرے یہ امر دیگر ہے ۔ اوراگرآدم کوخدا نے گنہگارپیدا کیا تھا۔توپھر یہ شیطان کے بہکانے کا قصہ فضول ہے۔ جب خدا نے شروع ہی سے انسان کو گنہگارپیدا کیا تھا۔ توپھر آزمائش کیسی؟ پھر اس سے توقع رکھنا ہی غلط تھا۔کہ وہ شیطان کے بہکانے میں نہ آئے۔ وہ اپنی فطرت کے تقاضا کے مطابق گناہ کریگا۔ اوراگرآج بھی نسل انسانی سب گنہگار پیدا ہوتی ہے۔

تواس سے بے گناہ رہنے کا مطالبہ غلط ہے۔ دیکھنے کا مطالبہ اُس سے کیا جاسکتاہے جوماں کے پیٹ سے آنکھیں لے کرآتاہے جواندھا پیدا ہوتاہے اس سے دیکھنے کا مطالبہ کوئی احمق ہی کرے گا۔ پس جوپیدائش سے گنہگار ہے ۔۔۔۔۔(یہ خالی جگہ مطابق اصل ہے) اس سے بے گناہ رہنے کا مطالبہ خلافِ قانون قدرت ہے۔

عیسائی صاحبان کوجب لوگوں کے بنائے ہوئے اصول کی کوئی شہادت اپنی مقدس کتاب میں نہیں ملتی توقرآن شریف کی طرف دوڑتے ہیں۔ اورچونکہ مذہبی امور میں غوروفکر کی عادت نہیں۔ اس لئے ایک بات کو لے دوڑتے ہیں۔ کہ دیکھو قرآن شریف اس بات کومانتا ہے۔ حالانکہ سوال تویہ تھاکہ تم اپنے انبیاء کی تعلیم میں دکھاؤ کہ کسی نبی نے یہ تعلیم دی ہو کہ انسان موروثی گنہگار ہے اورآدم کا گناہ ساری نسل انسانی میں سرایت کرگیا۔مگراصل مطالبہ سے عاجزآکر تنکوں کا سہارا تلاش کرتے ہیں کہیں قرآن شریف میں ہبوط نسل انسانی کا ذکر دیکھ لیا۔ بس فوراً لے بھاگے کہ دیکھو قرآن شریف نے بائبل مقدس کی بھی اصلاح کی ہے۔ اورآدم کا گناہ مانا۔ چہ جائیکہ اس گناہ کے نسل انسانی میں سرایت کرجانے کومانتا۔

حالت ہبوط اوربے گناہ پیدا ہونا

یابنی ادمہ لا یفتنکمہ الشیطان کما اخرج ابویکمہ من الجنتہ

(اے آدم کے فرزند تمہیں شیطان دکھ میں نہ ڈالے جس طرح تمہارے ماں باپ کو جنت سے نکلوادیا)۔

بروئے قرآن کریم حضرت آدم بے گناہ پیدا ہوئے۔ جس طرح ہر انسان کا بچہ بے گناہ پیدا ہوتا ہے۔ شیطان نے اُنہیں ورغلایا اوراُن سے اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی سرزد ہوئی گواُنہوں نے گناہ نہیں کیا۔ کیونکہ گناہ کے لئے ارادہ ضروری ہے۔ اور قرآن کریم حضرت آدم کے متعلق صاف الفاظ میں شہادت دیتاہے۔ فَنَسِيَ وہ بھول گئے وَلَمْ نَجِدْ لَهُ عَزْمًا (طہ آیت ۱۱۵) ہم نے اس میں ارادہ نہیں پایا۔ پھرایک جگہ اُن کی نافرمانی کوزلت سے تعبیرکیا ہے۔ اورزلت وہ ہے جو بغیر قصد اورارادہ کے سرزد ہوجائے فَأَزَلَّهُمَا الشَّيْطَانُ (سورہ بقرہ آیت ۳٦)۔

ہاں نسیان سے بھی نافرمانی ہوجائے توبعض حالات میں اُس کی سزا بھگتنی پڑتی ہے۔ حضرت آدم کے لئے وہ سزا کیا تھا۔ فَأَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيهِ جس جنت میں آدم وحوا تھے۔ اس سے اُن کونکلوادیا(البقرہ آیت ۳۶)۔ بلکہ پہلے سے اللہ تعالیٰ نے آدم کو تنبیہ کردیاتھا۔ إِنَّ هَذَا عَدُوٌّ لَّكَ وَلِزَوْجِكَ فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ(طہ آیت ۱۱۷) یہ تیرا اورتیرے ساتھی دشمن ہے۔ سوتم دونوں کوجنت سے نہ نکلوادے پھرسارے انسانوں کو خطاب کرکے بتایا۔ لاَ يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطَانُ كَمَا أَخْرَجَ أَبَوَيْكُم مِّنَ الْجَنَّةِ(الاعراف آیت ۲۷) تمہیں شیطان دکھ میں نہ ڈال دے ۔ جس طرح تمہارے ماں باپ کوجنت سے نکلوادیا۔ پس حضرت آدم کی لغزش کی سزا صرف ایک ہی تھی یعنی جنت سے نکالا جانا۔ البتہ اس کوسوالات کا ظاہر ہونا بھی کہہ دیاہے۔ یعنی اُن کے عیب اُن پرظاہر ہوگئے(الاعرف آیت ۲۲) اورایک جگہ غوایت یعنی ناکامی سے بھی تعبیرکیا ہے وَعَصَى آدَمُ رَبَّهُ فَغَوَى (طہ آیت ۱۲۱)۔

اب دوہی صورتیں ہوسکتی تھیں۔ ایک یہ کہ آدم گنہگارپیداہوتا تواُسکی نسل بھی گنہگارپیدا ہوتی مگریہ نہیں ہوا۔ آدم اوراُسکے فرزند سب گناہ میں پیدا ہوتے ہیں۔ دوسری صورت یہ ہوسکتی تھی کہ آدم سے گناہ سرزد ہوتا اوراُسکے کسی نتیجہ میں نسل انسانی کوبھی شریک ہونا پڑتا۔ گواُس کا یہ نتیجہ قطعاً غلط ہے کہ اس صورت میں نسل انسانی کوبھی گنہگارسمجھ لیا جائے۔ لیکن قرآن شریف نے اوّل توآدم سے گناہ کا سرزد ہونا تسلیم نہیں کیا۔ اُسے لغزش یازلت کہا ہے۔ نسیان کا نتیجہ بتایا ہے ۔ پھرجوکچھ اس لغزش کا نتیجہ تھا اس میں نسل انسانی کوقطعاً شریک نہیں کیا۔ اوریہ وہ حقیقت قرآنی ہے جس سے عیسائی صاحبان نے بیخبر ہونے کی وجہ سے یہ خیال کرلیا ہے کہ قرآن آدم کی زلت کے نتائج میں نسل انسانی کوشریک ٹھہراتا ہے۔

آدم کے عصیان کا نتیجہ جیساکہ میں ابھی قرآن شریف سے بتاچکاہوں صرف ایک ہی ہے یعنی جنت سے نکل جانا ۔ اس میں نسل کی شرکت کا ذکر قرآن شریف میں کہیں نہیں۔ البتہ ساری نسل انسانی کیلئے قرآن شریف نے حالت ہبوط اوراخراج ازجنت کوالگ الگ امورکے طورپر بیان کیا ہے چنانچہ پہلے سورہ البقرہ میں فاخر جھما مماکان

فیه کے بعد بڑھایا ہے۔ وقلنااھبطو بعضکمه بعض عدواگریه دونوں ایک ہی ہوتے تواخراج ازجنت کوبیان کرنے کے بعد ہبوط کا ذکر تحصیل حاصل تھا۔ مگراس سے آگے چل کر اوربھی صاف کردیا ہے۔ فتلقیٰ ادمه من ربه کلمات فتاب علیه آدم نے اپنے رب سے کلمات سیکھے اوراللہ نے اُس پر رجوع برحمت کیا۔ اوراسکے بعد پھر فرمایا قلنا اھبطوا منھا جمعیاه یعنی ہبوط کا حکم پھربھی سب پر وارد کیا ہے۔ آدم پررجوع برحمت کے بعد نسل انسانی کے ہبوط کا ذکر صاف بتاتا ہے۔ کہ ہبوط قطعاً سزا کے رنگ میں نہیں نہ یہ آدم کے عصیان کا نتیجه ہے۔ بلکه یه کوئی اورکیفیت ہے۔ ایسا ہی سورہ اعراف میں حضرت آدم کی توبه کے بعد ہبوط کا ذکر ہے۔ اورسورہ طه میں اس کو نہایت ہی صاف کیا ہے وَعَصَى آدَمُ رَبَّهُ فَغَوَىٰ ثُمَّ اجْتَبَاهُ رَبُّهُ فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدَىٰ فرماکر اس کے بعد ہبوط کا ذکر کیا ہے۔ یعنی پہلے عصیان ہے پھراُس کی سزا پھرسزا کے بعد آدم کی برگزیدگی اوراُس پر رجوع برحمت فرمانا اوراُسے سیدھے رستہ پر چلانا اورسب کے بعدپھر نسل انسانی کے ہبوط کا حکم ہے۔ قال اھبطو منھا جمیعا۔ پس یه یقینی اور قطعی امر

ہے ۔ که حالتِ ہبوط آدم کے عصیان کی سزا نہیں۔ عصیان کی حالت ایک عارضی حالت تھی۔ اس پر سزا وارد ہوئی اوراس کے بعد معافی بھی دیدی گئی ۔ رجوع برحمت بھی ہوگیا۔ تب نسل انسانی کے ہبوط کا حکم سنایا جاتا ہے۔

حضرت آدم کی سزا توصرف اخراج ازجنت ہے۔ اورنه صرف قرآن کریم نسلِ انسانی کی شرکت کا اس میں ذکر نہیں کرتا۔ بلکه اس کی نص صریح سے ثابت ہے که نسل انسانی اُس جنت سے جس میں اُسے پیدائش کے وقت رکھا جاتا ہے نہیں نکلی۔ جیساکه آیت مندرجه عنوان سے ثابت ہے۔ اے آدم کے فرزند ! تمہیں شیطان دکھ میں نه ڈالے۔ جس طرح تمہارے ماں باپ کوجنت سے نکلوادیا۔ یعنی تمہارے ماں باپ جنت سے نکل کر دکھ میں پڑے۔ ایسا نه ہو که تم بھی شیطان کے بہکانے سے جنت سے نکل کر دکھ میں پڑو۔ اب اگرنسل انسانی جنت سے نکل چکی ہوئی تھی۔ تویه ارشاد بے معنی ٹھہرتا ہے۔ یه آیت فیصله کُن ہے۔ که نسل انسانی جنت سے نہیں نکلی۔ گونسل انسانی پرحکم ہبوط وارد ہے۔

ان کھلے نتائج کے بعد ا س امر کے سمجھنے میں کچھ دشواری باقی نہیں رہتی کہ حالتِ ہبوط کوگنہگاری سے کوئی تعلق نہیں قرآن کریم کی نص صریح پہلے حصہ مضمون میں نقل ہوچکی ہے۔ کہ ہر انسان کا بچہ بے گناہ پیدا ہوتا ہے۔ بلکہ آدم کے عصیان کے نتیجہ سے بھی اسے کوئی تعلق نہیں۔ یہ دونوں باتیں بین طورپر ثابت ہوچکی ہیں۔ پھر یہ حالت ہبوط کیا ہے۔ اس کے لئے آدم کے سارے قصے پر غورکرنا چاہیے۔ آدم بے گناہ پیدا ہوتا ہے ۔ اس لئے فطرتاً وہ بے گناہ ہے۔لیکن اس کے بعد شیطان سے اس کو مقابلہ پیش آتا ہے۔ یہ شیطان سے معاملہ انسان کی ترقی کیلئے ضروری ہے۔ اگرضروری نہ ہوتا توآدم کے قصہ میں اس ذکر کونہ لا یا جاتا۔ اور ویسے بھی یہ امر ظاہر ہے ۔ اس لئے کہ شیطان سفلی خواہشات کا مظہر ہے۔ اورانسان کی اس زمین پر زندگی کے لئے ادنیٰ خواہشات کا جواُسکے جسم سے تعلق رکھتی ہیں۔ اس کے اندرہونا ضروری ہے۔ ہاں ترقی کے زینہ پراُس کا قدم اُس حد تک پڑتا ہے جس حد تک وہ ان سفلی خواہشات پر غالب آجاتا ہے۔ بالفاظِ دیگر شیطان کے ساتھ اس کا مقابلہ اس زمینی زندگی میں ضروری ہے ۔ اگروہ اس مقابلہ میں گرجاتا ہے یاپھسل جاتا ہے تویہ اُس کی ناکامی ہے۔ اگروہ مقابلہ میں غالب آجاتا ہے تویہ اُس کاقدم ترقی کی طرف ہے۔ اب دوصورتیں تھیں ایک یہ کہ اس مقابلہ میں شیطان کبھی بھی غالب نہ آتا۔ اوردوسری یہ کہ کبھی وہ غالب بھی آجاتا ۔ تیسری صورت کہ وہ ہمیشہ غالب آتا۔ قطعاًناممکن ہے۔ آدم کے قصہ میں یہ بتایا گیا ہے کہ اس مقابلہ میں شیطان کبھی غالب بھی آجاتا ہے۔ گویا دوسری صورت قائم ہوئی ۔ فطرتاً انسان بے گناہ توپیدا ہوا۔ مگر فطرتاًاُس میں یہ کمزوری ضرور ہے کہ وہ شیطان کے مقابلہ میں کبھی مغلوب بھی ہوجائے۔ اوریہ اُس کی ترقی کا سارا راز ہے اگرفطرتاً وہ ایسا بنایا جاتا کہ خدا کے قانون کوکبھی توڑہی نہ سکتا تواُسکی حالت وہی ہوتی جوسورج چاند ستارو ں وغیرہ کی ہے کہ وہ اپنے مقرر کردہ قانون سے ایک بال کے برابر ادھر اُدھر نہیں ہوسکتے مگرپھر انسان کو ان چیزوں پر کوئی فوقیت بھی نہ ہوتی اوروہ بھی ان چیزوں کی مثل ہوتاانسان کی ترقی کے لئے یہ ضروری ہوا کہ اسے ایک مقابلہ کی حالت میں رکھا جائے۔ اورچونکہ مقابلہ

میں خطرہ لامحالہ موجود ہے۔ اس لئے اسے حالت ہبوط قرار دیا ہے۔ اوریہی وجہ ہے کہ نسل انسانی کے ہبوط کا ذکر آدم کے پھسل جانے کے بعد آتا ہے۔ گویاس خطرہ سے اُسے واقعی طورپر متنبہ کردیا ہے مگر خطرہ ہونے کے یہ معنی نہیں کہ واقعی انسان پھسل بھی گیا۔ ہر انسان جوپیدا ہوگا اُس خطرہ میں ہوگاکہ شیطان کے مقابلہ میں پھسل جائے مگراس کے یہ معنی نہیں کہ ہرانسان جوپیدا ہوگا وہ پھسل بھی چکا ہے یا ضرور پھسل جائیگا۔ نسل انسانی کے لئےہدایت کے لانے والے اوراس ہدایت کی پیروی کرنے والے اس خطرہ سے نکل جاتے ہیں۔ مگر مقابلہ کے بعد فمن تبع ھدیٰ فلاخوف علیھمہ ولا ھمہ یحزنون۔ یہ آدم کے قصہ کے آخر پر ہے۔ یعنی جوشخص میری ہدایت کی پیروی کرے گا ۔ اُن پر کوئی خوف نہیں ۔ اورنہ وہ غمگین ہونگے۔ خوف تویہ نہیں کہ اب شیطان اُن کو پھسلا سکے۔ اورعزن اس لئے نہیں کہ اُنھوں نے اپنے وقت کو ضائع نہیں کیا۔ بلکہ شیطان پر فتح پالینے کے بعد اسے اچھے کاموں پر لگایا۔

پس شیطان سے مقابلہ کی حالت حالتِ ہبوط ہے اوراس حالت سے ساری نسل انسانی گذرتی ہے۔ اسی پر اُس کی ساری ترقیوں کا دارومدار ہے۔ بالفاظ دیگریوں کہنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے نسل انسانی کوبتادیاکہ تم سب کو شیطان کا مقابلہ کرنا ہوگا۔اورمقابلہ کرکے اُسے اپنا فرمانبرداربنانا ہوگا۔ اس مقابلہ کے بعد جس جنت میں داخل ہونا ہے وہی اصلی جنت ہے جوانسان کی زندگی کی غرض وغائت ہے۔ اس کی پہلی جنت حالتِ بے گناہی پر پیدا ہونا ہے۔ مگراس بے گناہی پر قائم رہنے کے لئے مقابلہ ضروری ہے تب اس بے گناہی کی جنت میں انسان ترقی کرسکتا ہے۔ اگرانسان پیدائش سے گنہگار ہوتا۔ توبے گناہی پر اس کا قائم ہونا ناممکن تھا۔ کیونکہ جو فطرتاً گنہگار ہے۔ وہ اپنی فطرت کے خلاف کس طرح چلے۔ اوراگرانسان پیدائش میں توبے گناہ ہوتا ۔ لیکن اُس کے لئے کوئی مقابلہ اورکوئی خطرات نہ ہوتے توجس طرح دنیا کی اورچیزیں فطرتاً قانون کی فرمانبردار ہیں وہ بھی فرمانبردار تورہتا۔ یعنی اس فطری بیگناہی پر قائم رہتا لیکن اسے ان اشیاء پر کوئی فوقیت حاصل نہ ہوتی نہ اُس کے لئے ترقی کا میدان

ہوتا۔ اس لئے انسان کے لئے حالتِ ہبوط ضروری ہوئی کہ وہ بعد مقابلہ فطری بے گناہی کی حالت پر قائم ہوکر ترقی کرسکے۔

یہ وہ صاف اورعملی اصول ہے۔ جسے قرآن شریف نے بیان کیا ہے۔ اگرعیسائی صاحبان ذرا غور سے کام لیں تووہ اس سے فائدہ اٹھاسکتے ہیں ۔ لیکن مذہب کے دائرہ میں عقل کو بے دخل کردینے والی قوم اس سے فائدہ نہیں اٹھاسکتی۔

اس جگہ یہ بھی یادرکھنا چاہیے کہ کہ یہ ایک عام غلط فہمی ہے جوبعض لوگوں کے دلوں میں ہے۔ کہ آدم پہلے کہیں آسمان پر تھے اوروہاں سے گرکر زمین پرآئے اورساتھ ہی نسل انسانی بھی زمین پرآگئی اوریوں گویا آدم کے عصیان کے نتیجہ میں اُن کی اولاد بھی شریک ہوگئی۔ قرآن شریف میں جہاں آدم کے خلق کا ذکر ہے۔ وہاں صاف لفظ ہیں۔ انی جاعل فی الارض خلیفہ۔ میں زمین پر خلیفہ بنانے والا ہوں لامحالہ وہ جنت بھی اسی زمین پر ہے۔ اورگویہ مضمون علیحدہ تفصیل چاہتا ہے۔ لیکن اس قدریہاں بتادینا ضروری ہے کہ حالت بے گناہی پر پیداہونا ہی وہ جنت ہے۔ اوریہ جنت ایسی ہی کہ اس سے نکلنے کا خطرہ بھی لگا ہوا ہے لیکن اس جنت سے ترقی کرکے انسان دوسری جنت کو حاصل کرتاہے تواس سے پھرکبھی نہیں نکلتا۔

(پیغام صلح مطبوعہ ۲۴/۷۔ ۱۹۳۰/ ۲۴۔۳۰)۔

ہبوطِ نسل انسانی

پر

تقدس مآب مولوی محمد علی صاحب ایم اے

امیر جماعت احمدیہ کے یہ خیالات

اور

حضرت مولانا مولوی پادری، سلطان محمد پال خان صاحب افغانی

کی تصحیات

وَعَصَى آدَمُ رَبَّهُ فَغَوَى

(سورہ طه آیت ۱۲۱)

آدم نے اپنے رب کا گناہ کیا۔ پس وہ گمراہ ہوگئے

اس میں کچھ شك نہیں کہ مولوی صاحب مشارہ الیہ نے اُس مکالمہ کے جواب میں یہ مضمون تحریر فرمایا۔ جوکمترین اورحضرت خواجہ کمال الدین صاحب بی اے مسلم مشنری کے درمیان اُ کے دولت خانہ میں ہوا تھا۔ اورجس کو اخوی ام موسیٰ خان صاحب نے اخبارنورافشاں کی وساطت سے شائع کردیا تھا۔

بچھڑے بھائیوں کے ملاپ کی صورت

ہبوط نسل انسانی کا مضمون "پیغام صلح" لاہورمیں دیکھ کر جس قدر مسرت مجھ کو حاصل ہوئی ہے اس کا اندازہ میں ہی کرسکتاہوں کیا یہ کچھ کم باعثِ تشکر وامتنان ہے کہ میرے اورخواجہ صاحب کے درمیان جو مکالمہ نسل انسانی کے ہبوط پر ہوا تھا۔ بے اثر ثابت نہ ہوا بلکہ برکانی مواد کی طرح اند رہی اندراثر کرتا رہا اوربلاآخر پیغام صلح کے اوراق میں پھوٹ نکلا۔ اب خدا کے فضل وکرم سے امید واثق ہے کہ آئندہ کے لئے اس مسئلہ کا تصفیہ کم ازکم ہمارے اور تقدس مآب کی جماعت کے درمیان ہوجائیگا اورہم دونوں بچھڑے ہوئے بھائی پھر ملینگے۔

تقدس ماب کا دعویٰ

بہر حال آپ اپنے مضمون کوان الفاظ کےساتھ ابتدا کرتے ہیں۔

" اسلام کے عظیم الشان پیغاموں میں سے ایك پیغام انسان کی پیدائشی معصومیت کوقائم کرنا تھا"۔ اوردلیل کے طورپر قرآن مجید کی اس آیت کو پیش کرتے ہیں ۔ فِطْرَةَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ

عَلَيْهَا لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللَّهِ ذَلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ (سورہ روم آیت ۳۰)۔ اس آیت کا ترجمہ یوں کرتے ہیں۔ "اللہ کی بنائی ہوئی فطرت پر قائم رہو۔ جس پر اس نے لوگوں کواصلی حالت میں پیدا کیا ہے اللہ کی پیدا کی ہوئی حالت کوکوئی بدل نہیں سکتا۔ یہ مضبوط دین ہے۔ لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے"۔

امورتنقیح طلب

آیت مافوق کے ترجمہ میں تین باتیں غورطلب ہیں یعنی۔

(۱۔) کیا اس آیت میں کوئی ایسا لفظ یا جملہ ہے " جوانسان کی پیدائشی معصومیت کوقائم کرتا ہے؟

(۲۔) فطرت کے کیا معنی ہیں؟

(۳۔) کیا خدا نے لوگوں کوازروئے اسلام اصل (صحیح) حالت میں پیدا کیا ہے؟

تنقیح

دعویٰ بے دلیل

(۱۔) امراول کے متعلق صرف یہ کہنا کافی ہے کہ اس آیت میں نہ توکوئی ایسا لفظ ہے۔ اورنہ کوئی ایسا جملہ جو" انسان کی پیدائشی معصومیت کوقائم" یاثابت کرتاہو۔ بلکہ اس آیت کے سیاق وسباق سے بھی یہ دعویٰ ثابت نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ خود آپ ہی کے ترجمہ میں بھی اس قسم کی کوئی عبادت نہیں ہے۔

فطرت کے معنی

فطرت کی تشریح کے متعلق آپ لکھتے ہیں کہ حضرت نبی کریم نے فرمایاکہ فطرت اسلام ہے۔اورپھرفرمایا کہ ہرایک انسان کا بچہ اسی فطرت کی حالت پریعنی اسلام پرپیدا ہوتاہے۔ اس کے ماں باپ اُسے یہودی ،عیسائی یا مجوسی بناتے ہیں۔

حوالہ میں تصرف

تقدس ماب نے جس حدیث کا ادھوا ترجمہ کیا ہے وہ بخاری کی حدیث ہے جس کا ترجمہ اورحوالہ آپ نے اپنی انگریزی تفسیر القرآن کی سورہ الروم میں بھی دیا ہے اگر میں اصل حدیث کویہاں نقل کروں۔ توآپ یہ دیکھ کر تعجب کرینگے کہ آنحضرت صلعم نے ہرگز ہرگز یہ نہیں کہاکہ" فطرت اسلام ہے" ۔بلکہ یہ امام بخاری کی ذاتی تفسیر ہے جوآنحضرت کی حدیث سے سراسر بے تعلق ہے۔ بہرحال وہ حدیث یہ ہے۔

حدثنا عبدان قال اخبرنا عبداللہ قال اخبرنایونس عن الزھریٰ قال اخبر نی ابوسلمہ بن عبدالرحمنٰ عن اباھریرہ قال قال رسول اللہ صلی علیہ وسلمہ مامن مولود الایولد علی الفطرتہ فابواہ یہودانہ اوینصرانہ ایمجسانہ کما تنینج البھیمتہ ھمیتہ جمعاد ھل یحسبون فیھا من جدعاء ثمہ یقول فطرتاً اللہ التی فطرالناس علیھا لاتبدیل الخلق اللہ ذالک الدین القیم

ترجمہ ۔ ابوہریرہ سے روایت ہے کہ نبی صلعم نے فرمایاکہ ہربچہ فطرت پرپیداہوتا ہے اوراُسکے ماں باپ اُس کو یہودی یا عیسائی یا مجوسی کرتے ہیں۔ جس طرح حیوانوں کے سالم بچہ پیدا ہوتا ہے ۔ کیا تم نے اُن میں کن کٹے دیکھا ہے۔ پھریہ آیت پڑھی فطرت اللہ التی (الخ)۔

تقدس ماب حدیث کے خلاف نمبر۱

اسی حدیث کوبخاری نے کتاب القدس میں کسی قدر تغیر کے ساتھ نقل کیا ہے۔ دونوں جگہوں میں لفظ" اسلام" کا نفس حدیث میں کچھ ذکر نہیں ہے۔

خود تقدس ماب نے اپنی تفسیر القرآن میں جو اس کاانگریزی ترجمہ کیا ہے۔ وہاں فطرت کا ترجمہ بجائے " اسلام" کے سچا مذہب" کیا۔ آپ کا انگریزی ترجمہ یہ ہے Every Child that is born conforms to the true religion literally human nature "سچا مذہب "اور" اسلام" کے مفہوم میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ ہرایك شخص اپنے مذہب کوسچا سمجھتا ہے۔ اوراسلام کو اس کے برخلاف جس طرح کہ اسلام اپنے آپ کوسچا سمجھتا ہے۔ اوربواقی کواُسکے برخلاف ۔ المختصر نفس حدیث میں اسلام کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ یہ تقدس ماب کی طرف سے آنحضرت پر ایك بہتانِ عظیم ہے۔

تقدس ماب حدیث کے خلاف نمبر۲

اگرنفس حدیث میں فطرت کے معنی اسلام ہوتے توکسی کواس پردم مارنے کی جگہ نہ ہوتی۔ اورہرایك مسلمان اس کوبالراس والعین قبول کرلیتا۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ اس کے معنی اورتفسیر کرنے میں بڑے بڑے مایہ ناز عالموں کے علیحدہٰ مطالب ہیں۔ چنانچہ ان میں سے چند کے خیالات ہم ذیل میں نقل کرتے ہیں۔

حدیث میں فطرت کے معنی

جبلت وطبیعت

(۱۔) مجمع الجارمیں فطرت کی یہ تفسیر کی ہے کہ علی الفطرته الفطرته الابتداء والا خترا ع والفطرته الحالته یرید اب یولد علی نورع من الجبله والطبع المتهی لقبول الدین فلوترک علیها الاستهر علی لزومهاد وانمایعدل عنها لافته ۔ یعنی فطرت کے معنی ابتدا ءاختراع وحالت کے ہیں۔ یہاں پر علی الفطرت سے مراد یہ ہے کہ بچہ ایك قسم کی جبلت وطبعیت پر پیدا ہوتا ہے ۔ جوکسی دین کے قبول کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ اگرکوئی آفت درپیش نہ آئے توہمیشہ اُس پر قائم رہتا ہے۔

جبلت

(۲۔) علامہ سید شریعت جرجانی اپنی تعریفات میں لکھتے ہیں۔ کہ الفطرته الجبلته المهیه لقبول الدین یعنی فطرت اس جبلت کو کہتے ہیں جوکسی دین کے قبول کرنے کے لئے تیار ہو۔

(۳۔) ابن مبارك جوعلم حدیث میں اعلیٰ پایہ کے شخص ہیں اس حدیث کے یہ معنی بتلاتے ہیں کہ ان کل مولود یولد فطرته ای خلقته التی جبل علیها فی علمه اللهٰ من السعادته والشقاوته فکل منهمه سائر فی العاقبته الی ما فطرعلیها وعامل فی الدنیا بالعمل المشاکل لها فمن عمارات الشقاء ان یولدبین یهود ین اورمجوسین فیحملانه لشقائته علیٰ اعتقاد وینها یعنی ہرایك بچہ خدا کے علم کے مطابق اپنی فطرتی سعادت یاشقاوت پر پیدا ہوتا ہے۔پس ہرایك ان میں سے عاقبت میں اُسی فطرت کے ساتھ پیش ہوگا جس پر وہ پیدا کیا گیا ہے۔ اوردنیا میں اسی کی طرح عمل کیا ہے۔ شقاوت کی علامات میں سے ایك یہودیوں یا مجوسیوں میں پیدا ہونا ہے۔ کیونکہ وہ اپنے دینی اعتقاد کے سبب سے اس کوشقی بنائینگے۔

اگرفطرت کے معنی اسلام ہوتے

مشرک کا بیٹا جہنم میں

میری دانست میں فطرت کی تفسیر پر کافی سے زیادہ لکھا گیا اورتقدس ماب کے برغلط ہونے پراب کسی ذی بصیرت کوشک باقی نہیں رہ سکتا تاہم مزید تحقیقات کی غرض سے اس ام پر ایک اورپہلو سے روشنی ڈالنا چاہتے ہیں یعنی یہ کہ ہم کچھ دیر تک اس بات کو مان لیتے ہیں کہ" فطرت" سے مراد اسلام ہے اورہرایک بچہ خواہ اسکے والدین بت پرست ہوں یا کچھ اوراسلام پر پیدا ہوتا ہے۔ اب ہم تقدس ماس مولوی صاحب سے سوال کرتے ہیں کہ اگرایسا بچہ پیدا ہوکر مرجائے تواس پر کیا حکم ہوگا؟آیا وہ مسلمان اورپھرمعصوم (کیونکہ اب تک کوئی گناہ نہیں کیا ہے) ہونے کی وجہ سے سیدھا جنت کوسدہا رہیگا یا جہنم کا ایندھن بنیگا؟ چونکہ آپ تسلیم کرچکے ہیں۔ کہ وہ مسلمان اورمعصوم ہے۔ لہذاآپ جواب دینگے کہ وہ ضرورجنت میں جائیگا۔ لیکن میں جناب کوبتلانا چاہتاہوں کہ ایسا بچہ جس کے والدین مشرک ہوں جہنم میں جائیگا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کا یہ فرمانا کہ ہرایک بچہ اسلام پر پیدا ہوتا ہے سراسر غلط اوراغلط ہے۔ ذیل کی حدیث سے ملاحظہ ہو۔

اس کی دلیل

عن عائشه رضی الله عنها قالت قلت یا رسول الله ذارری المومنین قال من بال لهمه فقلت یارسول الله بلاعمل قال الله اعلمه بما کانو عاملین فقلت لذارری المشرکین قال من ابا همه قلت بلا عمل قال الله اعلمه بما کانو عاملین (مشکوات کتاب الایمان فی القدر)۔

دوزخی یا جنتی بالااعمال

یعنی حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ میں نے آنحضرت صلعم سے مومنین کے بچوں کے انجام کی بابت دریافت کیا توآپ نے فرمایا کہ وہ اپنے والدین کے تابع ہیں۔ (یعنی جنت میں جائینگے)اس پر میں نے کہا کہ کیا بغیر کسی عمل کے؟ آپ نے فرمایاکہ الله خوب جانتاہے۔ کہ وہ کیا عمل کرنے والے تھے پھرمیں نے مشرکین کے بچوں کے متعلق پوچھا توفرمایاکہ وہ اپنے والدین کے تابع ہونگے (یعنی جہنم میں

جائینگے) میں نے کہا کہ کیا بلاعمل کے؟ آپ نے فرمایا کہ اللہ خوب جانتا ہے کہ وہ کیا عمل کرنے والے تھے۔

جواب میں سکوت

بخاری میں بھی اس قسم کی دوحدیثیں ابن عباس اورابوہریرہ سے منقول ہیں۔ وہاں آنحضرت صلعم نے توقف اختیارفرمایا ہے۔ جس سے ثابت ہوتاہے کہ اگرمشرکین کے بچے اسلام پر پیدا ہوتے توآنحضرت بجائے سکوت اختیار کرنیکے فی الفورفرمادیتے کہ وہ جنت میں جائینگے۔

یک نشد دوشد

پیدائشی سعادت وشقاوت

(۳۔) امرسوئم تنقیع طلب یہ تھاکہ کیا خدا نے لوگوں کو(ازروئے اسلام) اصل(صحیح) حالت میں پیدا کیا ہے؟ تقدس ماب مولوی صاحف فطرالناس علیھا کا ترجمہ یوں کرتے ہیں " جس پراُس نے لوگوں کو اصل حالت میں پیدا کیاہے"۔ لیکن کچھ آگے بڑھ کر جملہ مذکوریوں تبدیل کرتے ہیں" خدا نے تمام انسانوں کوایک صحیح حالت پر پیدا کیاہے"۔

ہمیں جملوں کے ردوبدل سے کچھ سروکارنہیں۔ یہاں صرف یہ بتلانا مقصود ہے کہ ازروئے اسلام خدا نے انسانوں کوایک صحیح حالت پرنہیں بلکہ دوحالتوں پرجن کو سعادت وشقاوت کہا گیا ہے پیدا کیا ہے۔ اوریہ کہ صحیح حالت پر نہیں بلکہ سقیم ومظلم حالت پر پیدا کیا ہے۔ ہم اپنے اس دعویٰ کودوطریقوں سے ثابت کرینگے۔ اول احادیث سے دوئم قرآن مجید سے ۔ احادیث ذیل ملاحظہ ہوں۔

ہماری تصدیق حدیث سے

(۱۔) وعن ابن مسعود قال حد ثنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھوالصادق والمصدق ان خلق احد کمہ یحمیع فی بطن امہ اربعین دویماً نقطفہ لمہ یکون علقہ مثل ذالك ثمہ یکون مضغتہ مثل ذالك ثمہ یعبث اللہ الیہ ملکاً باربع کلمات فیکتب علمہ واجلہ ورزقہ وشقی اوسعید ثمہ ینفح فیہ الروح فوالذی لا الہ غیرہ ان احد کمہ لیعمل یعمل اہل الجنتہ حتی مایکون بنیہ وبینھا الا ذراع فیسبق علیہ الکتاب فیعمل بعمل اہل النارفید خلھا متفق علیہ وان احد کمہ لیعمل اہل النارحتیٰ مایکون بینہ وبینھا الا ذراع فیسبق علیہ الکتاب فیعمل بعمل

اہل الجنته فید خلھا متفق علیه (مشکوات باب الایمان بالقدر)

ماں کے پیٹ میں بچه کی بناوٹ

یعنی ابن مسعود کہتے ہیں که آنحضرت صلعم نے ہم سے فرمایا اورآپ صادق مصدق تھے که تم میں سے ہرایك کی پیدائش ماں کے پیٹ میں یوں ہوتی ہے که چالیس دن بطور نطفه کے رہتا ہے۔ اورپھرچالیس دن خون کا لوتھڑا بنتا ہے اورپھرچالیس دن گوشت کا ٹکڑا بنتا ہے۔ پھراللہ تعالیٰ ایك فرشته کوبھیجتا ہے اور وہ چارباتوں کولکھتا ہے ۔ یعنی اُسکے عمل کواوراُس کی اجل کو اوراُسکے رزق کواوراُسکی سعادت یاشقاوت کو۔

منزل مقصود ایك ہاتھ دور

پس قسم ہے که وحدہ لاشریك کی تم میں سے کوئی جنتیوں کے عمل سے کرتا ہے۔ یہاں تك که اس میں اورجنت میں ہاتھ بھرکا فاصله رہتا ہے۔ لیکن اُس کا اعمال نامه اُس پر سبقت کرتا ہے۔ اوروہ دوزخیوں کے سے عمل کرتا ہے۔ اوردوزخ میں داخل ہوجاتا ہے یہاں تك که اس میں اوردوزخ میں ایك ہاتھ کافاصله رہتا ہے لیکن اس کااعمال نامه اس پرسبقت کرتا ہے۔ اوروہ جنت میں داخل ہوجاتا ہے۔

(۲۔) حدثنا سلیمان بن صرب قال حدثنا صماد عن عبید اللہ ابن ابي بکرابن انس عن انس بن مالك عن النبی صلی اللہ علیه وسلم قال یوکل اللہ بالرحمه ملکا فیقول خلقتھا نطفه علقه ای رب مضغته نازا الراداللہ ان یقضی خلقھا قال یارب ا ذکرامه انثی۔ اشقی امر سعید فما الرزق فمالا جل ۔ فیکتب کذالك فی بطن امه (بخاری کتاب القدر)

رحم پرایك فرشته کا تقرراوراُسکی رپورٹ

یعنی انس بن مالك آنحضرت صلعم سے روایت کرتے ہیں که آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ عورت کے رحم پرایك فرشته مقررکرتا ہے جو کہتا ہے اے اللہ اس وقت یه نطفه ہے اے اللہ اب یه خون کا لوتھڑا ہے اے رب اب گوشت کا ٹکڑا ہے ۔ جب اللہ تعالی اُس کی خلقت مکمل کردیتا ہے تب وہ فرشته کہتا ہے که اے پروردگارآیا یه نرہے یا مادہ؟ شقی ہے یا سعید؟ اُسکا رزق کس قدرہے اورموت کب؟ آنحضرت فرماتے ہیں که

یہ سب باتیں اُس وقت لکھی جاتی ہیں جب وہ ماں کے پیٹ میں ہی ہوتا ہے۔

(۳۔) وعن عبداللہ بن عمروقال سمعت رسول اللہ علیہ وسلمہ ویقول ان اللہ خلق خلقہ فی ظلمتہ فالقی علیھمہ من نورہ فمن اصابہ من ذالک النوراھتدی ومن خطا اضل فلذالک اقول جف القلم علی علمہ اللہ (مشکوات کتاب القدر)۔

انسان وجن اندھیرے میں

یعنی عبداللہ بن عمر کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلعم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ خدا نے انسانوں اورجنوں (مرقات) کوظلمب میں (اے کائین فی ظلمہ النفس المجبولتہ بالشھوات الروید ۔ برحاشیہ ترجمہ) پیدا کیا۔ اس کے بعد اللہ نے اپنا نوراُن پر برسایا۔ جس پر یہ نوپڑا ہدایت یافگہ ہوگیا اورجس پر نہ پڑا وہ گمراہ گیا۔ اس لئے میں کہتا ہوں کہ خدا کے علم پر قلم خشک ہوگیا۔

تمام انسان ظلمت سرشت

اب وہ کون شخص ہے کہ احادیث مافوق کے پڑھنے کے بعد یہ دعویٰ کرے کہ خدا نے تمام انسانوں کوایک صحیح حالت پر پیدا کیا ہے؟ حدیث نمبرسوم سے تویہاں تک معلوم ہوتاہے ۔ کہ خدا نے تمام انسانوں حتیٰ کہ جنوں کوبھی ظلمت سرشت پیدا کیاہے۔ کیا یہ ہی فطرت اللہ ہے؟ کیا اسلام کے عظیم الشان پیغاموں میں سے یہ بھی ایک پیغام ہے؟

وعدہ وجد

ہم نے توصرف اشارتہ ان دوتین حدیثوں پر اکتفا کیا ہے اگریہ سلسلہ جاری رہا۔ توبکثرت ایسی احادیث پیش کرینگے جن کوپڑھ کرناظرین وجد کرینگے۔

ہماری تصدیق قرآن شریف سے

اب ہم قرآن مجید کی طرف رجوع ہوتے ہیں۔ کہ وہ اس معاملہ میں کیا فیصلہ صادرکرتا ہے۔

قرآن مجید میں انسان کے فطری سقم وقبح کے متعلق بہت سی ایسی آیات موجود ہیں جن کو پڑھ کر کوئی منصف

مزاج شخص تقدس ماب کے سے دعویٰ نہیں کرسکتا ہے۔
منجملہ ہم صرف ایک آیت پر سردست اکتفا کرتے ہیں وہ
آیت یہ ہے يُرِيدُ اللّهُ أَن يُخَفِّفَ عَنكُمْ وَخُلِقَ الإِنسَانُ ضَعِيفًا
(سورہ النساء آیت ۲۸)۔ اللہ چاہتا ہے کہ تم پر سے بوجھ
ہلکا کردے کیونکہ انسان ضعیف پیدا کیا گیا ہے۔

ہم تقدس ماب کی خدمت میں باادب عرض کرتے ہیں
کہ آپ ہم کو یہ بتلائیں کہ کیا ضعف بھی" ایک صحیح حالت
ہے" اورجوفطرتاً ضعیف ہوگیا آپ اس کو کامل کہہ سکتے
ہیں؟ آپ نے اپنی انگریزی تفسیر القرآن میں اس کی یوں تاویل
کی ہے کہ " انسان کی ضعیفی کے معنی بجز اس کے اورکچھ نہیں
ہیں کہ وہ اپنے لئے ایسا راستہ نہیں بناسکتا تھا جو غلطی سے
خالی " اگر انسان میں اتنی بھی استعداد نہیں کہ وہ اپنے لئے ایک
راستہ بنائے جو غلطی سے خالی ہو۔ تو اس سے بڑھ کر انسان کی
بدبختی اورکیا ہوسکتی ہے ؟ اور اس کے ناقص ہونے میں
اورکیا شک باقی رہ سکتا ہے؟ ہم بھی تو یہی سمجھتے ہیں کہ
انسان نے اپنے آپ کو (نہ کہ خدا نے اُسے) اس قدر خراب
کردیا ہے کہ اب وہ ایسا کام نہیں کرسکتا جو غلطی سے خالی ہو۔

تقدس ماب کا دعویٰ خلافِ قرآن وحدیث

یہاں تک توہم نے اس امر کے دکھانے کی کوشش کی کہ
مولوی صاحب موصوف کا یہ کہنا کہ

"اسلام کے عظیم الشان پیغاموں میں سے ایک پیغام
انسان کی پیدائشی معصومیت کوقائم کرنا تھا۔ مگرجب وہ
پیغام سنایا جوآیت مندرجہ عنوان میں صفائی سے موجود
ہے۔ کہ خدا نے تمام انسانوں کوایک صحیح حالت پر پیدا کیا
ہے۔ اوراسی پر مضبوطی سے قائم رہنا چاہیے ۔ تواُس کے آخر
پر یہ لفظ بھی بڑھائے کہ اکثر لوگ اس اصول کو نہیں جانتے۔
جس قدر عظیم الشان حقیقت کااظہار پہلے حصہ آیت میں کیا
ہے۔ جس کی تفسیر میں حضرت بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ ہرایک انسان کا بچہ اسی فطرت کی حالت پر
یعنی اسلام پرپیدا ہوتا ہے ۔ اُس کے ماں باپ اُسے یہودی
یاعیسائی یا مجوسی بناتے ہیں۔ اسی قدر بڑی حقیقت کااظہار
آخری الفاظ میں فرمایا ہے۔ کہ دنیا کے اکثر لوگ اس سے بے

خبر ہیں۔ یعنی وہ انسان کی پیدائشی معصومیت کونہیں مانتے"۔

صرف دعویٰ ہی دعویٰ ہے ۔ جس کی تائید نہ قرآن مجید سے ہوتی ہے۔ اورنہ احادیث اس کی تصدیق کرتی ہے۔

تقدس ماب کی لغزش پرلغزش

اب مولوی صاحب کو ہم یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ جناب کا یہ فرمانا کہ "اکثرلوگ اس بات سے بے خبرہیں یعنی وہ انسان کی پیدائشی معصومیت کونہیں مانتے" جوخاص طورپر مسیحیت پر چوٹ ہےآپ کے اوردعاوی کی طرح سراسر باطل ہے۔ اگردنیا میں کوئی ایسی کتاب موجود ہے جوانسان کی پیدائشی (فطرتی) معصومیت کوقائم کرتی ہے تووہ بے شک الکتاب (بائبل مقدس) ہی ہے۔

تقدس ماب کا دائرہ تحقیقات

تقدس ماب کی علمی لیاقت میں کوئی شک نہیں۔ لیکن آپ کی علمی لیاقت اورتحقیقات کے دائرہ کی وسعت میں نسبت معکوس ہے۔ آپ کے متعلق ہمارا یہ خیال تھاکہ قرآن مجید کے مترجم یا مفسر ہونے کے لحاظ سے آپ نے بائبل مقدس کا مطالعہ ایک سے زیادہ بارکیا ہوگا۔ کیونکہ قرآن مجید کی تفسیر سوائے الکتاب کے محال ہے۔ لیکن آپ کے مضمون زیربحث کودیکھ کر ہماری حیرت کی کوئی انتہا نہیں رہی کہ آپ نفسِ بائبل سے بالکل ناآشنا ہیں۔ اورلغزش پرلغزش کھانے کا شائد یہی سبب ہے۔ بہرکیف الکتاب کی تعلیم انسان کی فطرتی معصومیت کے بارے میں حسب ذیل ہے۔

بائبل اورفطرتی معصومیت

دلیل اول : " تب خدا نے کہا کہ ہم انسان کواپنی صورت پر اوراپنی مانندبنادیں" کہ وہ سمندرکی مچھلیوں پر اور آسمان کے پرندوں اورمویشیوں پر اورتمام زمین پر اورسب کیڑوں مکوڑوں پرجوزمین پر رینگتے ہیں سرداری کرے اور خدا نے انسان کو اپنی صورت پر پیدا کیا۔ خدا کی صورت پراُس کو پیدا کیا"۔ (پیدائش ۱: ۲۶تا ۲۷)۔

دلیل دوئم: لومیں نے صرف اتنا پایاکہ خدا نے انسان کوراست" (صحیح حالت)پربنایا۔لیکن اُنہوں نے بہت سی بندشیں تجویزکرکے باندھیں"(واعظ ۷: ۲۹)۔

مجھ کو یقین کرلینا چاہیے کہ آپ" خدا کی صورت پرپیدا کیا" کا مفہوم نہیں سمجھیں گے کہ جس طرح انسان کے ہاتھ پاؤں ہوتے ہیں خدا کے بھی ہاتھ پاؤں ہیں بلکہ آیت مافوق کا مفہوم یہ ہے کہ انسان میں ظلی طورپر وہ تمام صفات موجود تھیں جوخدا میں حقیقی طورپر موجود ہیں۔ لیکن انسان نے اپنے فاعل مختار ہونے سے ناجائز فائدہ اٹھایا۔ اوراپنی صورت کومسخ کیا۔ چنانچہ واعظ آیت مافوق کے آخری حصہ میں فرماتے ہیں" لیکن اُنہوں نے بہت سی بندشیں تجویزکرکے باندھیں"۔

پس بائبل مقدس کی تعلیم نہایت واضح ہے۔ کہ انسان اپنی اصلی آفرینش کے لحاظ سے بالکل معصوم پیدا کیا گیا۔ لیکن خود ہم نے اس کی قدرنہ کی اورعصمت کوعصیان سے بدل دیا۔ وعصیٰ ادمہ ربہ فغویٰ۔ ترجمہ" اورآدم نے اپنے پروردگارکا گناہ کیا۔ اورگمراہ ہوگئے۔

تقدس ماب کے تین اعتراضات

آگے چل کر تقدس ماب مسیحی مذہب پر تین اوراعتراض کرتے ہیں کہ:

۱۔ عیسائی مذہب نے آدم کوگنہگار ٹھہراکر اس گناہ کوبطورورثہ ساری نسل میں داخل کردیا"۔

۲۔ عیسائیت نے اس اصول کوکہ انسان کا ہربچہ گنہگاروارثِ جہنم پیدا ہوتا ہے اپنے اصول میں داخل کرلیا"۔

۲۔ جوبچہ بغیر بپتسمہ پانے کے مرتاہے۔ وہ سیدھا جہنم میں جاتاہے"۔

قرآن ،بائبل مقدس کی تصدیق میں

امر اول کے متعلق بالفعل اتنا کہنا کافی ہے کہ" صرف عیسائی مذہب نے آدم کوگنہگار" نہیں ٹھہرایا۔ بلکہ اسلام نے بھی اورصرف عیسائی مذہب ن اس گناہ کوبطور ورثہ ساری نسل انسانی میں داخل " نہیں کیا بلکہ اسلام نے بھی۔ حدیث ذیل ملاحظہ ہو۔

وعن ابی ہریرہ قال قال رسول اللہ صلی علیہ وسلم لما خلق اللہ ادمہ مسح ظھرہ فسقط عن ظھرہ کل نسمہ ھوخالقھا من ذریتہ الی یومہ القیمتہ وجعل بین عینی کل انسان منھمہ وبیصاً من نورثمہ عرضھم علیٰ ادمہ فقال اے رب من ھولاء قال ذریتک فریٰ رجلا منھمہ فاعجیہ وبیص مابین عینہ

قال اے رب من ھذا قال داؤد فقال اے رب کمہ جعلت عمرہ قال ستین ۔ قال رب زادہ من عمری اربعین سنتہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلمہ فلما انقضی عمرآدمہ الاربعین جاء ملک الموت فقال ادمہ اولمہ یبق من عمری اربعون سنتہ قال اولمہ تعطھا ابنک داؤد فحجدت ذریتہ ونسی ادمہ فاقل من الشجرہ فینسیت ذریتہ وخطاء ادمہ وخطاف ذریتہ رواہ الترمذی (مشکوا باب ایمان بالقدر)

آدم کی خطا سے تمام ذریت خاطی ہوگئی

ترجمہ ابوہریرہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ۔ جب خدا نے آدم کوخلق کیا۔ اُس کی پشت کوچھولیا۔ پس آدم کی پشت سے اُسکی اولاد کی جانیں جن کو وہ قیامت تک پیدا کرنے والا ہے ٹپکنے لگیں اورہرایک انسان کی دوآنکھوں کے بیچ میں اپنے نورکی روشنی رکھی۔ اُس کے بعد اُن کوآدم کے سامنے پیش کیا۔ آدم نے کہا۔ اے رب یہ لوگ کون ہیں۔ خدا نے کہا یہ تیری اولاد ہیں۔ پس آدم نے اُن میں سے ایک ایسے شخص کودیکھا جس کی دوآنکھوں کے بیچ کی روشنی آدم کوپسند آئی ۔ آدم نے کہا اے رب یہ شخص کون ہے؟ خدا نے کہا داؤد ہے آدم نے کہا اے رب اس کی عمر کیا ہے؟ خدا نے کہا ساٹھ سال۔ آدم نے کہا۔ خداوندا میری عمر چالیس برس اس کی عمر میں زیادہ وہ فرمائیے۔ آنحضرت صعلم نے فرمایا کہ جب آدم کی عمر ختم ہونے کوآئی بجزاس چالیس کے (جوداؤد کودئیے تھے) مالک الموت آدم کے پاس حاضر ہوا ۔ پس آدم نے کہا کہ کیا میری عمر میں سے چالیس برس باقی نہیں ہیں ؟ ملک الموت نے کہاکہ کیا تونے اپنے بیٹے داؤد کو نہیں بخشے تھے؟ پس آدم کے انکار سے اُس کی ذریت انکاری ہوئی اورآدم کے نسیان سے جوشجر ممنوعہ میں سے کھایا۔ اُسکی اولاد بھی ناسی ہوئی۔ آد م نے خطا کی اُس کے لڑکے بھی خاطی ہوئے"۔اس حدیث کوترمذی نے روایت کیا ہے۔

تقدس ماب کے گھر کا حال

حدیث بالا کوہم نے بطورالزامی جواب کے پیش کیا ہے تاکہ آنجناب کوخود اپنے ہی گھر کا حال معلوم ہوجائے۔ اس کا حقیقی جواب یہ ہے ۔ کہ فلسفہ گذشتہ وحاضرہ اس پر شہادت دے رہے ہیں۔ کہ انسان میں ایک قوت موجود ہے جس کونفس امارہ یا قوت نہیمی کہتے ہیں۔

موروثی گناہ کی تعریف

آدم علیہ السلام کے ہبوط سے لے کر اس وقت ایسے جتنے واقعات نسلِ انسانی پرگذرچکے ہیں جن کا اثربراہِ راست اُنکی روحانی نشوونما پرپڑتا تھا۔ اس سے مستقیماً یہ نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ نفس امارہ انسان کی ملکی قوت پرغلبت حاصل کررہا ہے ۔ جس کی وجہ سے انسان کی قوتِ ارادی بہت ہی ادنیٰ قسم کے جذبات سے متاثرہوکرمضحمل ہوجاتی ہے اسی اثر اورتاثر کوہماری الٰہیات کی اصطلاح میں موروثی گناہ کہا گیا ہے کیونکہ سلسلہ انسانی میں سب سے اول ہمارے جدامجد یعنی حضرت آدم اس سے متاثرہوئے۔

تقدس ماب کا دوسرا اعتراض اوراُسکی تردید

آپ کا دوسرا اعتراض یہ تھاکہ" عیسائیت نے اس اصول کوکہ انسان کا ہربچہ گنہگار وارثِ جہنم پیداہوتا ہے اپنے اصول میں داخل کرلیا۔سطوربالا میں ہم موروثی گناہ کی بابت لکھ چکے ہیں کہ وہ ایک ایسی حقیقت ہے جس سے کوئی عقلمند انکارنہیں کرسکتا البتہ آپ کا یہ فرماناکہ" ہربچہ وارثِ جہنم پیدا ہوتا ہے" آپ کی عدم واقفیت پر مبنی ہے۔ ہم پہلے عرض کرچکے ہیں کہ اس معاملہ میں آپ کی تحقیقات کا دائرہ بے حد محدود ہے۔ کاش کہ اس مضمون کے لکھنے سے قبل آپ ایک سرسری نگاہ سے بائبل مقدس کا ملاحظہ کرلیتے توآپ سے ایسی قبیح غلطی سرزدنہ ہوتی۔ موروثی گناہ کی وجہ سے بچہ تودرکناررہا جوان اوربڈھے بھی جہنم کے وارث نہیں ہوسکتے۔ سنئے بائبل مقدس کی تعلیم یہ ہے:

" بیٹا باپ کی بدکاری کا بوجھ نہیں اٹھائیگا اورنہ باپ بیٹے کی بدکاری کا بوجھ اٹھائیگا۔ صادق کی صداقت اسی پر ہوگی اورشریر کی شرات اس پر پڑیگی" (حزقی ایل ۱۸: ۲۰)۔

"ان دنوں پھر نہ کہا جائیگا کہ باپ دادؤں نے کچے انگور کھائے اورلڑکوں کے دانت کھٹے ہوگئے۔ کیونکہ ہرایک اپنی بدکاری کے سبب مریگا۔ ہرایک جوکچے انگورکھاتا ہے۔ اُسکے دانت کھٹے ہونگے" (یرمیاہ ۳۱: ۲۹تا ۳۰)۔

بائبل مقدس میں اس قسم کی بیسیوں آیتیں ہیں جسکا جی چاہے ملاحظہ کرے پس موروثی گنہگاری یا نیک کرداری بروئے بائبل مقدس باعتبارسزا وجزا کے محض کالعدم ہے۔ بلکہ ہرایک شخص خوداپنے اعمال وکردار کا ذمہ وار ہے

اورخداوند کا کفارہ صرف موروثی گناہ کے اثر کے زائل کرنے کے لئے نہیں بلکہ اکتسابی گناہوں کے رفع کرنے کے لئے ہے۔

بپتسمہ نجات کولازم نہیں

جناب یہ تیسرا اعتراض بھی کہ" اورجوبچہ بغیر بپتسمہ پانے کے مرتاہے۔ وہ سیدھا جہنم میں جاتاہے" سراسر بنائے باطل برباطل ہے۔ بپتسمہ کونجات میں کوئی دخل نہیں ہے۔ یہ صرف ایک ظاہری علامت ہے جومسیحی ہونے کے وقت ادا کی جاتی ہے اگرکوئی شخص مسیح پر ایمان لائے اوربپتسمہ نہ لے تواُسکے ایمان میں کوئی ہرج واقعہ نہیں ہوتا۔ بلکہ بپتسمہ لئے بغیروہ جنت میں جاتا ہے۔ مکتی فوج کے نام سے آپ واقف ہونگے اُنکے یہاں بپتسمہ نہیں دیا جاتاہے۔ اس پر بھی وہ مسیحی اورایماندار مسیحی ہیں۔ لیکن چونکہ آپ نے نادانستہ یہ اعتراض کیاہے ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ آپ کی لاعلمی کوخود انجیل مقدس کے رو سے رفع کریں۔ بغورسنئے۔

تقدس ماب کی لاعلمی کا جواب

اُس وقت لوگ بچوں کواُسکے پاس لائے تاکہ وہ اُن پر ہاتھ رکھے ۔ اوردعا مانگے۔ مگر شاگردوں نے اُنہیں جھڑکا۔ لیکن یسوع نے کہا" بچوں کومیرے پاس آنے دواورنہیں منع نہ کرو کیونکہ آسمان کی بادشاہت ایسوں ہی کی ہے"(متی ۱۹: ۱۳تا ۱۴)۔اب آپ نے دیکھ لیا ہوگا۔ کہ مسیحی مذہب میں بچوں کی کس قدر قدرومنزلت ہے۔ کہ آسمان کی بادشاہت میں داخل ہونے کے لئے اُن کوبطورنمونہ پیش کیا جاتا ہے۔ یہ اسلام کی تعلیم ہے۔ کہ بچے اپنے والدین کے تابع ہونگے۔

فَأَزَلَّهُمَا الشَّيْطَانُ

پس آدم اورحوا کوشیطان نے ڈگمگایا

(سورہ بقرہ آیت ٣٦)

تقدس ماب اورآدم کا گناہ

تقدس ماب مولوی صاحب اپنے مضمون پر زیربحث کے دوسرے حصہ میں یوں تحریر فرماتے ہیں کہ "بروئے قرآن کریم حضرت آدم بے گناہ پیداہوئیء ۔ جس طرح ہر انسان کا بچہ بے گناہ پیدا ہوتا ہے۔ شیطان نے اُنہیں ورغلایا اوراُن سے الله تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی سرزد ہوئی۔گواُنہوں نے گناہ نہیں کیا کیونکہ گناہ کے لئے ارادہ ضروری ہے اورقرآن کریم حضرت آدم کے متعلق صاحب الفاظ میں شہادت دیتا ہے۔ فَنَسِيَ وہ بھول گئے۔ وَلَمْ نَجِدْ لَهُ عَزْمًا(سورہ طه آیت ١١٥)۔ترجمہ"ہم نے اُس میں ارادہ نہیں پایا"۔ پھرایك جگہ اُنکی اس نافرمانی کوذلت سے تعبیرکیا ہے۔ اورذلت وہ ہے۔ جوبغیر قصدوارادہ کے سرزد ہوجائے۔ فَأَزَلَّهُمَا الشَّيْطَانُ (البقرہ آیت ٣٦)۔

تاکہ ناظرین مضمون زیربحث کواچھی طرح اپنے ذہن میں ترتیب دے سکیں اوراُسکے سمجھنے میں مزید سہولت ہو ہم فقرہ بالا کا تجربہ کرکے ہرایك جزکے متعلق اپنی رائے کااظہارکرینگے جوحسب ذیل ہیں۔

تقدس ماب کے دعویٰ کا تجزیہ

(١۔) بروئے قرآن حضرت آدم بے گناہ پیدا ہوئے۔ جس طرح ہر انسان کا بچہ بے گناہ پیداہوتا ہے۔

(٢۔) شیطان نے اُنہیں ورغلایا۔ اوراُن سے الله تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی سرزد ہوئی گواُنہوں نے گناہ نہیں کیا۔ کیونکہ گناہ کے لئے ارادہ ضروری ہے"۔

(٣۔) قرآن کریم شہادت دیتا ہے کہ وہ بھول گئے فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهُ عَزْمًا ہم نے اس میں ارادہ نہیں پایا"۔

(٤۔) اُنکی نافرمانی کوزلت سے تعبیرکیا۔ اورذلت وہ ہے جوبغیرقصدادارہ کے سرزد ہوجائے ۔ فَأَزَلَّهُمَا الشَّيْطَانُ۔

جزاول کے متعلق ہم اپنے اس مضمون کے حصہ دوئم میں بالوضاحت لکھ آئے ہیں کہ آدم کا بے گناہ پیدا ہونا خاص الکتاب کی تعلیم ہے۔ اوراس پر بائبل کے حوالجات بھی

لکھ آئے ہیں۔ مزید اطمینان کے لئے یہاں ایک نہایت زبردست اورمشہورومعروف عالم علم الہٰیات کا قول بھی نکل کئے دیتے ہیں۔ تاکہ ہمارے فاضل مولوی صاحب کویہ گمان نہ ہوجائے کہ "آدم کا بے گناہ پیدا ہونا" کمترین کا شخصی عقیدہ ہے؟ پروفیسر جیمس آر۔ ڈی۔ڈی اپنی مشہور کتاب دی کرسچن ویوآف گاڈ اینڈ دی ورلڈ کے حصہ اول میں اُن لوگوں کے خیالات فاسدہ کی تردید کرتے ہوئے جوآدم کے بے گناہ پیدا ہونے کا تسلیم نہیں کرتے ہیں لکھتے ہیں۔

"اب ہم دوسری قسم کے قیاسات کا ذکرکرتے ہیں جن کے رُو سے یہ ماناجاتاہے کہ گناہ انسان کی جبلت میں موجود ہے۔ ان خیالات کی خصوصیت یہ ہے کہ اُن کے مطابق گناہ فطرت انسان کا خاصہ جبلی ماناجاتاہے۔ حالانکہ بائبل مقدس کی تعلیم اس کی بابت یہ ہے کہ دنیا میں بدی آپ سے آپ پیدا ہوئی ہے اورانسان کی فطرت ابتدائے آفرینش میں اس سے پاک اوربے لوگ تھی۔(اردو ایڈیشن صفحہ ۱۷۱)۔

احادیث کے مطابق ہر بچہ گناہ آلودہ پیدا ہوتا ہے

تقدس ماب کی خاطر دواورحدیثیں

باقی رہا یہ امرکہ ہرانسان کا بچہ بے گناہ پیدا ہوتا ہے" اس پر بھی ہم اسی دوسرے حصہ میں بحث کرچکے ہیں اوریہ ثابت کرآئے ہیں ۔ کہ ہر" انسان کا بچہ بے گناہ" نہیں بلکہ احادیث کی رُو سے گناہ آلودہ پیدا ہوتاہے ۔ چونکہ ہمیں تقدس ماب کی خاطر رکھنا منظور ہے ۔لہذا دوایک حدیثیں اورنقل کردیتے ہیں۔

وعن عائشه رضی الله عنها قالت ری رسول الله صلی الله وسلم الی جنازته صبی من الانصار فقلت یارسول طوبیٰ لهذا عصفورمن عصا فیر الجنته لمه یعمل السودلمه یدرکه فقال اورغیر ذالک یا عائشه ان الله خلق للجنته اهلا خلقهمه لهاوهمه فی اصلاب آبا ئهمه (رواه مسلم)مشکوات کتاب ایمان فی القدر)۔

ماں کے پیٹ سے دوزخی بچے

یعنی بی بی عائشه فرماتی ہیں کہ ایک روز آنحضرت صلعم ایک انصار کےچھوٹے بچے کے جنازہ پر بلائے گئے۔

تومیں نے کہا کہ یارسول اللہ یہ جنت کی چڑیا کیا ہی خوش نصیب ہے ۔ نہ توبُرا کام کیا۔ اورنہ اس کے پاس گیا۔ اس پر آنحضرت صلعم نے فرمایاکہ اے عائشہ حقیقت یہ نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جنت والوں کوان کے آباؤاجداد کی پیٹھ میں جنت کیلئے پیدا کیاہے"۔ اس حدیث کا مطلب بالکل صاحب ہے۔ کہ ہم کسی انسان کے بچے کے بارے میں یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ جنتی ہے یادوزخی۔ یابالفاظ دیگر کے وہ بے گناہ ہے یا گناہ آلودہ ۔ کیونکہ اگربچے بے گناہ پیدا ہوتے تواُن کے جنتی کہنے میں کیا قباحت تھی؟ اورآنحضرت صلعم نے بی بی عائشہ کوکیوں منع کیا۔ کہ اس کو جنتی مت کہہ۔ حالانکہ وہ بچہ ایک مسلمان کا اورپھرایک انصارکا بچہ تھا۔

اس امر کے ثابت کرنے کے لئے کہ" ہرانسان کا بچہ بے گناہ اورایک صحیح حالت" پر پیدا نہیں ہوتا ۔ ہم ایک اورحدیث ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔ لیکن چونکہ یہ حدیث بہت ہی لمبی چوڑی ہے۔اس لئے ہم اس کے اسی حصہ پر اکتفا کرتے ہیں جس کا تعلق ہمارے مبحث سے ہے۔ وہ حدیث یہ ہے۔

وعن ابی سعید الحذری ، ثمہ قا الاان نبی ادمہ خلقو اعلیٰ طبقات شتی فنھمہ من یولد مومناریحیی مومناً ویموت مومنا ومنھہ من یولد کافراً ویحیی کافراً ویموت کافراً ومنھہ من یولد مومناً ریحیی ویموت کافراً ومنھہ من یولد کافراً ویحییٰ ویموت مومناً (مشکوات کتاب الادب فی الامروالمعروف)

مومن سے کافر اورکافر سے مومن

یعنی ابی سعید حذری کہتے ہیں کہ پھر رسول اللہ نے فرمایاکہ خدا نے اولادآدم کومختلف درجوں پرپیدا کیا۔ بعض ان میں سے مومن پیدا ہوتے ہیں اورمومن رہتے ہیں اورمومن مرتے ہیں۔ اوربعض ان میں سے کافر پیدا ہوتے ہیں اورکافر رہتے ہیں اورکافر مرتے ہیں۔اوربعض ان میں مومن پیدا ہوتے ہیں اورمومن رہتے ہیں اورکافر مرتے ہیں۔ اوربعض ان میں سے کافرپیدا ہوتے ہیں اورکافررہتے ہیں اورمومن مرتے ہیں"۔

تقدس ماب کی ضمیر سے اپیل

اب تقدس ماب ضرورہی اپنے دل پرہاتھ رکھ کر کہدیں کہ کیا سچ مچ یہی اسلام کی تعلیم ہے کہ ہرانسان کا بچہ بے گناہ پیدا ہوتا ہے؟ اس حدیث کی صرف ایک ہی تاویل ہوسکتی ہے وہ

یہ کہ آپ کہہ دیں کہ کافرگنہگار نہیں ہوتا ہے اوراس پر امیر خسروکا یہ شعربھی بطوردلیل پیش کرتے ہیں۔

کافرعشقم مسلمانی مرا درکارنیست
ہررگ من گارگشتہ حاجت زنارنیست

تب توجناب کی واہ واہ ہوگی ورنہ کچھ بھی نہیں۔ بچوں کو توجانے دیجئے یہاں توہرایک جوان اورہرایک بڈھے کے ایمان اوراسلام پر حرف آتاہے جب" بعض مومن پیدا ہوتے ہیں اورمومن رہتے ہیں اورکافر مرتے ہیں" توکس طرح ہم کسی مقدس ریش سفید کے حق میں یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ جنتی یا بالفاظ دیگر ایماندار ہوکر مرا؟ ہم کسی کا دل دکھانا نہیں چاہتے ورنہ بڑے بڑے مجددوں اورمقدسوں کے حق میں اس جملہ ساتھ سوال کرسکتے تھے۔ لیکن یہ ہمارا ویترہ نہیں ہے۔ ہم توصرف یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ قارئین کرام یہ معلوم کرلیں کہ تقدس ماب کیا فرمارہے ہیں اوراُن کا تنبورہ کیا الاپ رہا ہے۔

تقدس ماب کی دوحرفی

(۲۔) جزدوم میں آپ فرماتے ہیں کہ" شیطان نے اُنہیں ورغلایا اوراُن سے اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی سرزد ہوئی ۔گواُنہوں نے گناہ نہیں کیاکیونکہ گناہ کرنے کے لئے ارادہ ضروری ہے" قارئین اکرام خود یکھ سکتے ہیں کہ تقدس ماب کہاں تک بے بس ہوگئے ہیں کبھی آپ فرماتے ہیں کہ" شیطان نے اُنہیں ورغلایا۔ اوراُن سے اللہ تعالیٰ کےحکم کی نافرمانی سرزد ہوئی "۔ اورکبھی فرماتے ہیں کہ گواُنہوں نے گناہ نہیں کیا۔ کیونکہ گناہ کے لئے ارادہ ضروری ہے " ہم تقدس ماب سے دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ اگر" شیطان کے ورغلانے " سے اور اللہ کے حکم کی نافرمانی " کرنے سے کوئی شخص مرتکب گناہ نہیں ہوسکتا۔ تووہ اورکون سی بات ہے جس کے کرنے سے انسان گنہگار بن سکتاہے؟ کیا شیطان کے ورغلانے میں آنا گناہ نہیں ہے؟ کیا اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی کرنا گناہ نہیں ہے؟

تقدس ماب کے خلاف قرآنی شہادت

میں کہتاہوں کہ شیطان کی باتوں میں آنا ہی گناہ ہے؟ وَلاَ تَتَّبِعُواْ خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ (سورہ بقرہ آیت ۱۶۳)۔ تم شیطان کے نقشِ قدم پرمت چلو" ہم دیکھتے ہیں کہ آدم شیطان کے نقشِ قدم پر چلا؟ یا بقول آپ کے " شیطان نے اُنہیں ورغلایا" اورصرف ورغلایا ہی نہیں ۔ بلکہ اُن پر سزا بھی مرتب ہوئی یعنی جنت سے نکالے گئے اوراُن کے عیب بھی اُن پر ظاہر ہوگئے ۔ لیکن آپ آدم کی بریت پریہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ " کیونکہ گناہ کیلئے ارادہ ضروری ہے" جس آیت کا جنا ب نے یہ ترجمہ پیش کیا ہے۔ اس پرتوہم آگے چل کربحث کرینگے۔ یہاں صرف یہ عرض کرنا منظورہے کہ اگر جناب کا مقصد" ارادہ" سے یہ ہے کہ جس وقت خدا نے آدم کومنع کیا تھا۔ اُسی وقت آدم نے یہ طے نہیں کیا تھا کہ میں شجر ممنوعہ سے ضرور کھاؤنگا۔ توہمارا بھی یہی ایمان ہے۔ کہ جس وقت خدا نے آدم کومنع کیاکہ " تواُس درخت میں سے مت کھانا" توآدم کے خیال میں بھی یہ نہیں تھا۔ کہ میں ضرورکھاؤنگا چاہے خدا ہزار بارمنع کرے۔ لیکن آدم کا جب شیطان سے مقابلہ ہوا تووہ اس مقابلہ میں شیطان کی باتوں میں آکر مغلوب ہوگیا۔ چنانچہ خود جناب نے بھی اس امرکوتسلیم کرلیا ہے۔ کہ فطرتاً اس میں یہ کمزوری ضرورہے کہ وہ شیطان کے مقابلہ میں کبھی مغلوب بھی ہوجائے" اب اگرجناب کے نزدیك شیطان سے مغلوب ہوجانا یا شیطان کی باتوں میں آکرخدا کی نافرمانی کرنا گناہ نہیں ہے۔ تومیں سمجھتاہوں کہ پھر دنیا میں نہ توگناہ کا وجود باقی رہ سکتا ہے اورنہ گنہگارکیونکہ دریں صورت ہرگنہگار یہی عذر پیش کرسکتاہے کہ میں نے تونہیں کیا شیطان نے مجھ سے کروایا۔ یا مجھ میں توکرنے کا ارادہ نہیں تھا لیکن شیطان نے ورغلایا ۔ تب کسی شاعر کا یہ مصرع ٹھیك مطابق واقع ٹھہریگا۔

کاربد توخود کرے لعنت کرے شیطان پر

تقدس ماب کا غلط ترجمہ

(۳۔) آپ فرماتے ہیں کہ قرآن کریم شہادت دیتا ہے کہ وہ بھول گئے فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهُ عَزْمًا ہم نے اس میں ارادہ نہیں پایا۔ تقدس ماب نے فَنَسِيَ کا ترجمہ" وہ بھول گئے" کیا ہے جومحل کے لحاظ سے اورقرآن مجید کے متعلقہ بیانات کے

اعتبار سے بالکل غلط ہے ۔ قبل اس کے کہ ہم ناظرین کے لئے فَنَسِيَ کا صیحیح ترجمہ پیش کریں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم قرآن مجید میں سے اُن آیات کو یہاں نقل کریں جن کا تعلق اس مباحثہ یا مکالمہ سے ہے۔ جو آدم اور شیطان کے مابین واقع ہوا تھا۔ کل قرآن مجید میں آدم اور شیطان کا قصہ تخمیناً آٹھ بار مذکور ہوا ہے ۔ منجملہ دوجگہیں ایسی ہیں جن میں کسی قدر تفصیل کے ساتھ آدم اور شیطان کا مکاملہ یا مباحثہ مندرج ہے ۔ وہ جگہ یہ ہیں۔

دلیل اول

وَيَا آدَمُ اسْكُنْ أَنتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ فَكُلاَ مِنْ حَيْثُ شِئْتُمَا وَلاَ تَقْرَبَا هَـــذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُونَا مِنَ الظَّالِمِين فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطَانُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَا وُورِيَ عَنْهُمَا مِن سَوْءَاتِهِمَا وَقَالَ مَا نَهَاكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هَـــذِهِ الشَّجَرَةِ إِلاَّ أَن تَكُونَا مَلَكَيْنِ أَوْ تَكُونَا مِنَ الْخَالِدِينَ َقَاسَمَهُمَا إِنِّي لَكُمَا لَمِنَ النَّاصِحِينَ َدَلاَّهُمَا بِغُرُورٍ

(سورہ الاعرف آیت ۱۹ تا ۲۲)۔

شیطان نے آدم کو فریب دیا

ترجمہ: اے آدم تم اورتمہاری بی بی جنت میں رہو اور جہاں سے تم چاہو کھاؤ اوراس درخت کے قریب نہ جانا۔ پس گنہگاروں میں سے ہوجاؤ گے پس اُن دونوں کوشیطان سے وسوسہ دیاتاکہ جوکچھ اُن سے چھپادیا گیا تھا یعنی اُن کے شرمگاہیں وہ اُن پر ظاہر کردے اور کہنے لگے کہ تمہیں تمہارے پروردگار نے اس درخت سے صرف اس لئے منع کیا ہے کہ تم فرشتے نہ ہوجاؤ یا ہمیشہ رہنے والوں میں سے نہ ہوجاؤ اوران دونوں سے قسم کھائی کہ بیشك یقیناً میں تمہارے خیر خواہوں میں سے ہوں پس شیطان نے فریب سے ان دونو ں کواپنی طرف کھینچ لیا۔

دلیل دوم

فَوَسْوَسَ إِلَيْهِ الشَّيْطَانُ قَالَ يَا آدَمُ هَلْ أَدُلُّكَ عَلَى شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَمُلْكٍ لَّا يَبْلَى أَكَلَا مِنْهَا فَبَدَتْ لَهُمَا سَوْآتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفَانِ عَلَيْهِمَا مِن وَرَقِ الْجَنَّةِ وَعَصَى آدَمُ رَبَّهُ فَغَوَى

(سورہ طہ آیت ۱۲۰ تا ۱۲۱)

شیطان نے آدم کو لالچ دیا

ترجمہ: پس شیطان نے اُنہیں وسوسہ دیا کہا کہ آدم کیا میں تمہیں بتادوں ہمیشہ رہنے کا درخت اوروہ سلطنت جوکبھی پرانی نہ ہو۔ پس ان دونوں نے (آدم اورحوا نے) اس

درخت سے کھالیا اوراُنکی شرمگاہیں اُن پر ظاہر ہوگئیں اوروہ ان پر درخت کے پتے چپکانے لگے اورآدم نے اپنے رب کا گناہ کیا اورگمراہ ہوگئے۔

قرآن مجید کی ان آیات سے جن کوہم نے اوپرنقل کیا ہے ذیل کے امورثابت ہوتے ہیں۔ جن سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت آدم خدا کے حکم شجر ممنوعہ کے پاس مت جانا کو" بھول"نہیں گئے تھے بلکہ شیطان کے فریب میں آکر اورچند چیزوں کے لالچ کی وجہ سے اُنہوں نے اللہ کے حکم کودیدہ ودانستہ ٹال دیا۔ وہ اموریہ ہیں۔

شیطان کے لالچ اورفریب کی تفصیل قرآن کی زبانی

(۱۔) شیطان نے آدم کو خدا کا حکم یاددلایا اور"شیطان نے کہا کہ تمہیں تمہارے پروردگار نے اس درخت سے صرف اس لئے منع کیا ہے کہ تم فرشتے نہ ہوجاؤ یاہمیشہ رہنے والوں میں سے نہ ہوجاؤ"۔

(۲۔) اور" شیطان نے اُن سے قسم کھائی کہ بیشک یقیناً میں تمہارا خیرخواہ ہوں" ۔

(۳۔) شیطان نے فریب سے ان دونوں کواپنی طرف کھینچ لیا"۔

ان آیات کودیکھ کر کون منصف مزاج شخص کہہ سکتا ہے ؟آدم بھول گیا جبکہ آیت نمبراول میں صاف صاف بتلایا گیا ہے کہ شیطان نے حضرت آدم کوخدا کا وہ حکم جوآدم کو کیا تھا یاددلایا۔ "تمہارے پروردگار نے اس درخت سے صرف اس لئے منع کیا ہے" آیت نمبر دوم سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ابتداً حضرت آدم نے شیطان کی باتیں قبول کرنے سے انکارکیا ہوگا۔ اورشیطان پر لعنت بھیجی ہوگی۔ تب ہی توشیطان نے قسم کھائی کہ میں تمہارا خیر خوا ہ ہوں۔ اگرحضرت آدم بھول گئے توشیطان کوقسم کھانے اور اصرار کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ اورشیطان کواُن کے سامنے سبزباغ پیش کرنے کی کیا حاجت کہ

(۴۔) تم فرشتے بن جاؤ گے یاہمیشہ زندہ رہوگے"۔

(۵۔) اورایك ایسی سلطنت میں رہوگے جوکبھی پرانی نہ ہوگی" درحقیقت ان ہی دوباتوں کے لالچ یعنی ہمیشہ زندہ

رہنے اورلازوال سلطنت نے آدم کوخدا کی نافرمانی کرنے پراکسایا جوفی الواقعہ محض فریب کے سوا اورکچھ نہ تھا۔

تقدس ماب کے غلط ترجمہ کی تصحیح

پس " فَنَسِيَ کا ترجمہ وہ بھول گئے کرنا قرآن مجید کی مشنا کے برخلاف ہی نہیں بلکہ آیاتِ مافوق کا ضد ہے۔ اب آپ پوچھینگے کہ پس فَنَسِيَ کا صحیح اوردرست ترجمہ کیا ہونا چاہیے یہ کہ اُس نے ترک کیا"۔ خود قرآن مجید نے بھی اس لفظ کواس معنی میں استعمال کیا۔ نَسُواْ اللّهَ فَنَسِيَهُمْ (سورہ البوبہ آیت ٦٨) (منافقین نے اللہ کو ترک کیا۔ پس اللہ نے بھی اُنہیں ترک کیا)خود تقدس ماب نے اس کاانگریزی میں یہی ترجمہ کیا ہے They have forsaken Allah so he has forsaken them

اسی طرح "عزم" کےمعنی صرف ارادہ کے ہی نہیں۔ بلکہ استقلال اوراثبات کے بھی ہیں چنانچہ زفحشری والوالعزم کے معنی صاحبان کوشش وثبات وصبر کے بتلاتے ہیں (الارب) پس اس پوری آئیت وَلَقَدْ عَهِدْنَا إِلَى آدَمَ مِن قَبْلُ فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهُ عَزْمًا(سورہ طه آیت ١١٣) کا ترجمہ صحیح طورپر ہے۔

بیشک ہم نے آدم کوپہلے حکم دیا تھالیکن اس نے اس کوترک (چھوڑدیا) کیا اورہم نے آدم میں استقلال اثبات) نہیں پایا۔

۴

آدم کے گناہ کی سزا

وَقُلْنَا اهْبِطُواْ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ(سورہ بقرہ آیت ٣٦) اورہم نے حکم دیا۔ تم سب یہاں سے اُترو۔ تم ایک دوسرے کے دشمن ہو۔

اگرحضرت آدم خدا کے حکم کوترک نہ کرتے اوربقول جناب وہ "بھول گئے" ہوتے توخدا ہرگز "عصیان" اورغوایت کواُنکی طرف منسوب نہ کرتا وعصی ادمہ ربہ فغوٰی اگرقرآن مجید کے اورکسی مقام سے ہمارے استدلال کی تائید بھی نہ ہوتی توصرف یہی ایک آیت کافی سے زیادہ ثبوت ہوتی کہ درحقیقت حضرت آدم نے اپنے رب کے فرمان کوترک کردیا۔ نیزقرآن مجید کے اورکئی مقامات سے یہ ثابت ہے کہ انسان جلد باز اورعجلت پسند پیدا کیاگیاہے خُلِقَ الْإِنسَانُ مِنْ عَجَلٍ(سورہ الانبیاء آیت ٣٨) إِنَّ الْإِنسَانَ خُلِقَ هَلُوعًا(سورہ المعارج آیت ١٩)۔ اسی جلد بازی کی وجہ سے جوبعیارت دیگر

عدم استقلال ہے اول الناس اول الناسی (تارك)بنگئے۔ اورشیطان کے دام تزویر میں پھنس گئے۔

(۴۔) جزچہارم میں آپ فرماتے ہیں کہ "اُن کی نافرمانی کی زلت سے تعبیرکیا اورزلت وہ ہے جوبغیر قصدوارادہ کے سرزد ہوجائے فَأَزَلَّهُمَا الشَّيْطَانُ۔

تقدس ماب نے کیا سمجھا

تقدس ماب کی عبارت مافوق کوپڑھ کر ہمارے دل میں دوباتیں پیدا ہوئیں اول یہ کہ اس عبارت کے لکھنے کے وقت آپ نے یہ فرض کرلیا ہوگا کہ بے چارے عیسائیوں میں ایسے عربی دان کہاں ہونگے جوہرعربی لفظ کے بال کی کھال اتارسکیں اورصرف ونحو کے بحر ذخارمیں عواصی کرسکیں اس لئے جوکچھ ہم لکھ دینگے صحیح سمجھا جائیگا یاکہ خود جناب کو مغالطہ ہوگیا ہوگا اور" زلت" و"ازل" میں فرق نہ کرسکے۔

تقدس ماب کی لغت دانی کا حال

ہم تقدس ماب کوبتلادینگے۔ کہ جس طرح" زلت" نہ لل ودلیل کا اسم ہے جوضرب یضرب وسمع یسمع کے باب سے ہےجس کے معنی ہیں۔ لغزید ن پائےاوردرگل وزبان ورسخن" وبقول منہتی الارب" وہ گناہ وخطائے بے ارادہ" غالباً اسی سے آپ نے "زلت" کے یہ معنی نقل کئے ہیں۔ لیکن اگرآپ منتہی الارب کی چند سطریں آگے تک پڑھتے توآپ کومعلوم ہوجاتا کہ "زلت" اورچیز ہے اور"ازل " اورچیز لکن آپ اتنی تکلیف کیوں گوارا کرتے ۔ بیسیوں معنوں میں سے جہاں ایک معنی کوحسب مدعیٰ پالیا اُس کو لے اڑے اورآگے پیچھے کی کچھ خبر نہ لی کہ آخر اس کا انجام کیا ہوگا۔ سنئے صاحب آیت زیربحث میں لفظ" ازل" ہے جو ثلاثی مزید فیہ عینی با اکرام سے ہے۔ اوراس کا مصدرہے ازلال باب اکرام کی ایک خاصیت یہ ہے۔ کہ فہ فعل لازم کومتعدی بناتا ہے ۔ مثلاً ازل فلاں فی منطق "یعنی فلاں شخص بات چیت کرنے میں پھسل گیا اورازلہ فی منطق" یعنی فلاں شخص نے اُسکو پھسلایا۔ فعل اول لازم ہے اوردوئم متعدی ۔ اسی نقطہ کومدنظر رکھ کر ص

احب منہتی الارب نے "ازل" کے معنی میں صاب لکھا ہے" برگناہ انگیختن کسی را" بلکہ ازل سے تعبیرکیا۔ یعنی " شیطان نے آدم اورحوا کوگناہ پر برانگیختہ کیا" فَأَزَلَّهُمَا الشَّيْطَانُ

صیغہ تثنیہ کے بعد جمع کیوں؟ خواجہ صاحب کی کس تقدس ماب پوری کرتے ہیں۔

کچھ دن ہوئے کہ ہم حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بی اے مسلم مشنری کی خدمت میں یہ عرض کیا تھا۔کہ قرآن مجید ہمیشہ حضرت آدم وحوا کے متعلق ضمیر تثنیہ استعمال کرتارہا ہے۔ لیکن اُن کے گرجانے کے بعد یکایک ضمیر جمع استعمال کرکے فرماتا ہے" اهبطوا" جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آدم وحوا کے گرجانے میں اُنکی نسل کوبھی شامل کیا گیا ہے۔ اس اعتراض کی اہمیت کوتقدس ماب نے محسوس کیا۔ اوراب اپنی ایڑی چوٹی تک کازورلگارہے ہیں۔ کہ کسی طرح سے اعتراض کواٹھائیں۔ لیکن اٹھانا تودرکنارربا سرکاتک نہیں سکتے۔آپ فرماتے ہیں۔

قرآن مانے مگرتقدس ماب نہ مانیں

لیکن قرآن شریف نے اول آدم سے گناہ کا سرزد ہونا تسلیم نہیں کیا۔ اُسے لغزش یازلت کہا ہے۔ نسیان کا نتیجہ بتایا ہے پھرجوکچھ اس لغزش کا نتیجہ تھا اُس میں نسل انسانی کو قطعاً شریک نہیں کیا۔ اوریہ وہ حقیقت قرآنی ہے جس سے عیسائی صاحبان نے بے خبر ہونے کی وجہ سے یہ خیال کرلیا ہے کہ قرآن آدم کی زلت کی نتائج میں نسل انسان کوشریک ٹھہراتا ہے" ہم ان سب باتوں کامکمل اورمفصل جواب گذشتہ نمبروں میں اورنیز اسی نمبر میں دے چکے ہیں کہ قرآن مجید نے آدم سے گناہ کا سرزد ہونا ۔ تسلیم کیا ہے اوراسے لغزش یازلت نہیں بلکہ" ازلال" اور"عصیان" کہا ہے۔ اوراحادیث سے ثابت ہے۔ کہ اس میں افراد نسل انسانی سب کے سب شریک ہیں۔ اس پر بھی اگر"عیسائی" بے چارے " بے خبر" سمجھے جائیں توپھر میں نہیں سمجھ سکتا کہ باخبر کون ہیں؟

پھرآگے چل کرآپ تجربہ فرماتے ہیں کہ"آدم کے عصیان کا نتیجہ جیسا کہ میں ابھی" قرآن شریف سے بتاچکاہوں صرف ایک ہی ہے(نہیں جناب بہت ہیں (۱) جنت سے نکالاجانا(۲) اُن کے عیب کا اُن پر ظاہر ہوجانا(۳) اُنکی زندگی کی عیش کا تلخ ہوجانا (۴) ایک کا دوسرے کا دشمن ہوجانا) یعنی جنت سے نکل جانا۔ اس میں نسل انسانی کی شرکت کا ذکر قرآن شریف میں کہیں نہیں البتہ ساری نسل انسانی کے لئے قرآن شریف نے حالتِ ہبوط کوضرور بیان کیا ہے۔ مگران دونوں میں بہت فرق ہے۔ اورقرآن شریف نے خودہبوط اوراخراج ازجنت کوالگ الگ امور کے طورپر بیان کیا ہے۔اگریہ دونوں ایک ہی ہوتے تواخراج ازجنت کوبیان کرنے کے بعد ہبوط کا ذکرتحصیل حاصل تھا" اوریہ کہ آدم پررجوع برحمت کے بعد نسل انسانی کے ہبوط کا ذکرصاف بتاتا ہے۔ کہ ہبوط قطعاً سزا کے رنگ میں نہیں نہ یہ آدم کے عصیان کا نتیجہ ہے بلکہ یہ کوئی اورکیفیت ہے"۔

پھرآگےچل کرآپ اس "کیفیت" کی تشریح بید الفاظ کرتے ہیں" پس شیطان سے مقابلہ کی حالت حالت ہبوط ہے اوراس حالت سے ساری نسل انسانی گذرتی ہے۔ اس پراس کی ساری ترقیوں کا دارومدارہے یابالفاظ دیگریوں کہنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے نسل انسانی کو بتادیاکہ تم سب کو شیطان کا مقابلہ کرنا ہوگا۔ اورمقابلہ کرکے اُسے اپنا فرمانبرداربنانا ہوگا اس مقابلہ کے بعد جس جنت میں داخل ہونا ہے وہی اصلی جنت ہے"۔

سطوربالا میں ذیل کے امورفرض کرلئے گئے ہیں۔

(۱۔) آدم کے عصیان کا نتیجہ صرف ایک ہی ہے۔ یعنی جنت سے نکلنا

(ب۔) اس میں نسل انسانی کی شرکت کا ذکر قرآن شریف میں کہیں نہیں۔

(ح) ساری نسل انسانی کے لئے قرآن شریف نے حالتِ ہبوط کا ضروربیان کیا ہے۔

(د) ہبوط اوراخراج ازجنت دوالگ الگ امورہیں۔

(ہ) آدم پر رجوع برحمت کے بعد نسل انسانی کے ہبوط کا ذکر ہے۔

(و) ہبوط قطعاً سزا کے رنگ میں نہیں نہ یہ آدم کے عصیان کا نتیجہ ہے۔

(ز) شیطان سے مقابلہ کی حالت حالبِ ہبوط ہے۔

(ح) مقابلہ کرکے شیطان کوفرمانبردار بنانا ہوگا۔

تقدس ماب کی شقوں کی تصیحات

شق اول کا جواب ہم مولوی صاحب کی عبارت بالا میں خطوط وحدانی کے اند رکھیں دے چکے ہیں کہ آدم کے عصیان کا نتیجہ صرف ایک نہیں بلکہ زیادہ ہیں۔

شق (ب) کے متعلق ہم گذشتہ نمبروں میں مدلل طورپر بحث کرکے یہ ثابت کرچکے ہیں کہ آدم کے عصیان میں اُنکی نسل بھی شریک ہے آگے چل کر جہاں ہم لفظ " اھبطوا" پر بحثی کرینگے۔ وہاں اس کو اوراچھی طرح واضح کردینگے۔

تمام نسل انسانی پر حالتِ ہبوط

مقام صدشکر ہے کہ تقدس ماب سے شق(ج) میں ساری نسل انسانی پر حالتِ ہبوط کا طاری ہونا تسلیم کرلیا ہے۔ گوکہ آپ شق(د) میں ہبوط اوراخراج ازجنت کودوجداگانہ چیزیں سمجھتے ہیں جودرحقیقت ایک صریحی غلطی ہے ذیل کی آیت ملاحظہ ہو۔

قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا فَمَا يَكُونُ لَكَ أَن تَتَكَبَّرَ فِيهَا فَاخْرُجْ إِنَّكَ مِنَ الصَّاغِرِينَ(سورہ الاعراف آیت ۱۳)۔

ترجمہ: خدا نے فرمایا اے شیطان اس میں سے اُترجا (نکل جا) کیونکہ تجھ کو یہ لائق نہیں ہے کہ اس میں رہ کر غرور کرے۔ پس نکل جا بے شک توذلیل ہونے والوں میں سے ہے"۔

اب ہم تقدس ماب سے پوچھتے ہیں کہ آخر آپ آیت بالا میں" فاھبط" کا کیا ترجمہ کرینگے؟ کیونکہ آپ تو مان چکے ہیں کہ شیطان سے مقابلہ کی حالت حالتِ ہبوط ہے۔ تو گویا بقول آپ کے اللہ شیطان سے فرماتا ہے ۔ اے شیطان تجھ کو شیطان سے مقابلہ کرنا ہوگا۔ اوراسے اپنا فرمانبردار بنانا ہوگا۔ اوراس مقابلہ کے بعد توجس جنت میں داخل ہوگاوہی اصلی جنت ہوگا۔ شاباش مولوی صاحب آپ نے توقرآن مجید سے وہ سلوک کیاکہ شائد ہی کوکرسکے !!! شیطان سے شیطان کا

مقابلہ اورپھراُس کا جنت میں داخل ہوجانا۔(اس مقابلہ کے بعد) کیا ہی لطف کی بات ہے۔ ممکن ہے کہ آپ اس پہلو کوچھوڑکر اس پہلو کو اختیارکریں۔ کہ یہاں شیطان کا شیطان سے مقابلہ مراد نہیں۔ بلکہ یہ مراد ہے کہ" اے شیطان سب انسانوں کا مقابلہ کرواوراُن کو اپنا فرمانبرداربنا۔ اوراس مقابلہ کے بعد توجس جنت میں داخل ہوگاوہی اصلی جنت ہے۔ سبحان اللہ کیا ہی ترجمہ اورکیا ہی تاویل اورکیا اشنباط ہے۔

ہوا ہے مدُعی کا فیصلہ اچھا میرے حق میں
زلیخا نے کیا خود پاک دامن ماہ کنعاں کا

چلینج

میں تقدس ماب کو چلینج دیتاہوں کہ وہ "ھبوط" کے معنی شیطان سے مقابلہ کے ثابت کریں ۔خواہ قرآن مجید سے خواہ مستند احادیث سے خواہ قابلِ اعتبارلغت سے لیکن وہ ہرگزنہیں کرسکینگے۔

لیجئے جناب میں آپ کوبتاتاہوں کو"ھبوط" کے کیا معنی ہیں۔ ھبطه بالفتح زمین ہمواردپست ھبوط کعبودرہا زمین نشیب ھبطه ھبطه بالفتح فرودآورد ایقال للھمه غبطاً والا ھبطا اونیز ھبوط لاغر گرایندن بیماری کسے راوزدن درآمدن ورشہری وکم شدن بہائے مہتاع وکم کرون آزاد نیز ھبط کم شدن وبه بدی دارفتادن ھبط ھبوطا فرودآمدزبالا (منہتی الارب)۔

ھبط ھبوط فردآمدن یقال ھبط ھبوطاً ای انزل وھبط ھبطا ای انزله لازم متعدد یقال اللھم غنبطا لا ھبطاً(صراح) نیزدیکھئے قاموس

پس اھبطوا کے معنی بجزاس کے اورکچھ نہیں ہیں کہ تم سب کے سب جنت سے نکلویا اترویا باہر ہوجاؤ"۔ البتہ ہبوط میں نہ صرف نکل جانا یا اُترجانا یا باہر ہوجانا ملحوظ ہوتاہے۔ بلکہ حالت کا تنزل بھی چنانچہ منہتی الارب اورصراح میں جوایک دُعا کا یہ جملہ کہ(اللھم غبطا لا ھبطا)نقل کیا گیا ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ" الہٰی ہم تجھ سے فراغ حالی(ترقی) چاہتے ہیں ۔ نہ کہ اپنی حالت سے تنزل (منتہی الارب) پس قرآن مجید کی اس آیت کا صحیح ترجمہ یہ ہے کہ "تم سب کے سب اپنی گری ہوئی حالت کے ساتھ اس میں سے اتُرجاؤ"۔ پس ثابت ہے کہ "ہبوط اوراخراج ازجنت دوالگ الگ امور" نہیں بلکہ ایک ہی ہے۔اورلفظ

ہبوط کے وارد کرنے سے یہ مقصد ہے کہ انسان اس بات کو جانے کہ خدا نے اُن کو بے وجہ جنت سے نہیں نکالا۔ بلکہ اُن کی گری ہوئی حالت کے سبب سے جوآدم سے اُنکو ورثہ میں ملی تھی اُن کو جنت سے نکالا۔

اسی طرح شق (ھ) بھی سراسر غلط ہے۔ بلکہ آدم پر" رجوع برحمت" ہونے کے قبل خدا نے نسل انسانی کے "ہبوط" کا ذکر کیا ہے۔ آیت ذیل ملاحظہ ہو۔

فَأَزَلَّهُمَا الشَّيْطَانُ عَنْهَا فَأَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيهِ وَقُلْنَا اهْبِطُواْ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ وَلَكُمْ فِي الأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ إِلَى حِينٍ (سورہ بقرہ آیت ۳٦)۔ جب آدم کواللہ نے "اھبطوا" کا حکم دیدیا۔ تب آدم نے توبہ کی اورتوبہ کے بعد پھراُن کووہی پہلا حکم سناتا ہے ۔قُلْنَا اهْبِطُواْ مِنْهَا جَمِيعاً(سورہ بقرہ آیت ۳۸) گویاکہ توبہ کے قبل اوربعد دوحالت میں خدا اُن کو ایک ہی حکم دیتا ہے۔ کہ یہاں سے اُترجاؤ۔ پس یہ کہنا کہ آدم پر رجوع برحمت کے بعدنسل انسانی کے ہبوط کا ذکر ہے"۔ کس قدرمغالطہ دی ہے۔

پھرآپ شق (و) میں فرماتے ہیں " ہبوط قطعاً" سزا کے رنگ میں نہیں نہ یہ آدم کے عصیان کا نتیجہ ہے" میں عرض کرتاہوں کہ" ہبوط قطعاً" سزا کے رنگ میں" اورآدم کے عصیان کا نتیجہ تھا" ۔ حدیث ذیل ملاحظہ ہو۔ جس میں ہبوط ہی کا صیغہ واقع ہوا ہے جواس با ت کی دلیل ہے کہ فی الواقع ہبوط سزا اورعصیان کے نتیجہ کے طورپر ہے۔

حدیث ہماری تائید میں

وعن ابی ھریرہ قال قال رسول اللہ احتج آدم موسیٰ عندربھا فحج آدمہ موسیٰ قال موسیٰ انت آدمہ الذی خلق اللہ بیدہ نفخ فیك من روحہ واسجد لك ملائیکتہ واسکنك فی جنتہ ثمہ اھبطت الناس بخطیاتك الی الارض قال آدم انت موسیٰ الذیٰ اصطفاك اللہ برسالتہ وبکلامہ واعطاك الالواح فیھا بتیان کل شئی وقربك نجیا فیکمہ وجدت اللہ کتب التوارتہ قبل ان اخلق قال باربعین عاما قال ادمہ فھل وجدت فیھا وعصیٰ ادمہ رب فغویٰ قال نعمہ قال افتلومنی علی ان علی ان عملت عملا کتبہ اللہ علی ان اعمل قبل ان یخقنی باربعین سنتہ قال رسول اللہ فحج ادمہ موسیٰ رواہ مسلم (مشکوات)۔

آدم وموسیٰ میں تکرار

یعنی ابی ہریرہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلعم نے فرمایاکہ خدا کے پاس آدم اورموسیٰ میں حجت ہونے لگی۔ لیکن آدم موسیٰ سے پرحجت لے گئے ۔ موسیٰ نے کہا کہ تم وہی آدم ہوجن کوخدا نے اپنی قدرت سے پیدا کیا اورجن میں اپنی روح پھونك دی اورجن کے آگے اُسکے فرشتوں نے سجدہ کیا۔ اورجن کو خدا نے اپنی جنت میں رکھا۔ پھربھی تم نے اپنے گناہ کے سبب سے لوگوں کو جنت سے زمین پر اتاردیا آدم نے کہا تم وہی موسیٰ ہو جن کو اللہ نے اپنا رسول مقررکیا۔ اوراُن کے ساتھ کلام کیا۔ اورجن کو اللہ نے لوحیں دیں۔ جن میں ہرایك چیزکا بیان تھا۔ اورجن کواللہ نے توریت دے کرمناجی مقررکیا۔ پس تم بتلاسکتے ہو کہ میرے خلق کرنے سے قبل خدا نے کتنے سال پہلے تورات لکھ دی تھی؟ موسیٰ نے کہا چالیس سال۔ آدم نے کہا کیا تم نے تورات میں پایا تھا کہ آدم نے اپنے رب کا گناہ کیا اورگمراہ ہوگئے۔ موسیٰ نے کہا۔ ہاں پھرآدم نے کہا تم مجھ کو ایسی بات پر ملامت کرتے ہو۔ جواللہ نے میرے واسطے میرے پیداہونے سے بھی چالیس سال پہلے لکھ دی تھی۔ آنحضرت نے فرمایاکہ آدم موسیٰ پرحجت میں غالب آگئے۔

آدم کی ذمہ واری

یہی حدیث کسی قدر اختلاف کے ساتھ بخاری میں بھی موجود ہے۔ وہاں حضرت موسیٰ آدم سے کہتے ہیں۔ اخرحجت الناس من الجنته بذنبك و اشقیتھمه" یعنی تم نے اپنے گناہ کے سبب سے لوگوں کو جنت سے نکالا اوراُن کو تکلیف میں ڈال دیا"۔ اس حدیث کی رو سے آپ کا یہ فرمانا بھی غلط ٹھہرا کہ" نسل انسانی جنت سے نہیں نکلی"کیونکہ حدیث بخاری میں صاف لکھا ہواہے۔ کہ اخرجت الناس من الجنته تم نے لوگوں کوجنت سے نکالا"۔

آپ کے شق(ز) کا جوا ب ہم نہایت وضاحت کے ساتھ سطوربالا میں دے چکے ہیں اس کے اعادہ کی یہاں ضرورت نہیں ہے۔ البتہ شق (ح) کے متعلق کچھ اصلاح کی ضرورت ہے آپ فرماتے ہیں کہ

" مقابلہ کرکے شیطان کوفرمانبرداربنانا ہوگا" اس سے زیادہ اورکیا خوشی اورمسرت ہوسکتی ہے کہ ہم سن لیں کہ

تقدس ماب نے " شیطان کو" اپنا" فرمانبردار" بنالیا۔ لیکن یہ
ایک ایسی آرزو ہے جوسرسبز ہوتی نظر نہیں آتی۔ ہم حیران
ہیں کہ تقدس ماب کے قول کو سچ مان لیں۔ یاقرآن مجید کے
قول کو۔قرآن مجید میں صاف صاف لکھا ہوا ہے کہ قیامت
کے دن تک شیطان مردود اورلعین رہیگا"۔ وعلیك لعنتی الی
یومه الدین۔ لیکن تقدس ماب ہیں کہ بجائے ناامید ازحمت"
شیطان بودکویوں پڑھتے ہیں کہ" باامید زحمت شیطان بود"اب
ہم دیکھتے ہیں کہ تقدس مآب کی یہ طرفداری ٹھکانے لگتی
ہے یا نہیں فقط۔

(سلطان)